وارثِ علومِ غوثِ اعظم
حضرت پیر سائیں
قدس سرہ العزیز
حافظ عبدالغفور قادری

15 جنوری 786/92/66 2002ء

استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں
گوشۂ خاص
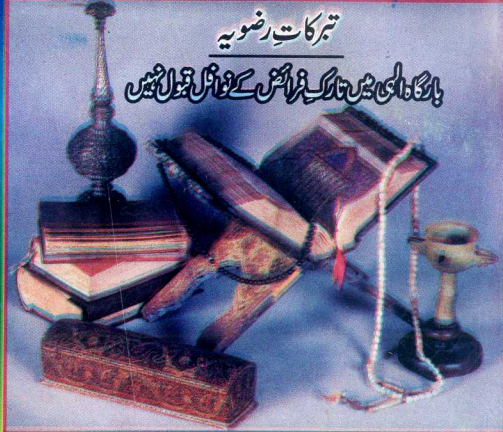
نشانِ منزل، روحِ ایماں، جانِ دیں، خورشید نما، رجال کار، فکرِ رضا، یادگار لمحے

مولانا شاہ احمد نورانی
پوری مسلم برادری کے مسلمہ قائد ہیں
حضرت پیر عتیق الرحمان نقشبندی قادری مدظلہ
سجادہ نشین ڈھانگری شریف کا خصوصی انٹرویو

استاذ العلماء
کا عظیم شاگرد
حضرت مولانا
علی اکبر قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

اصحابِ قلم

امام احمد رضا، مفتی محمد خان قادری، ڈاکٹر معین نظامی، پیرارچی خراسانی، السید خورشید گیلانی
پیر نصیر گیلانی، محبوب قادری، طارق سلطانپوری، صاحبزادہ شکیل قادری، سعید بدر، جاوید کھارا
ملک بشیر اعوان، الطاف اعوان، قاضی آصف، قاری اسلم کوڑوی، یوسف قادری، مظہر حیات

ایک عظیم مفکر و مجاہد
علامہ خلیل اشرف قادری رح

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

تنظیمی تحریکی مجلہ

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملّی اقدار کا محافظ

انوار رضا جوہر آباد

(سلسلہ اشاعت)

15 جنوری 2002ء

انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد ضلع خوشاب فون: 0454/721787

زیر ادارت
ملک محبوب الرسول قادری

چیف ایگزیکٹو
مفتی آصف محمود قادری

مدیران معاون
صاحبزادہ طاہر سلطان قادری
محمد جاوید اقبال کھارا قادری

سرکولیشن مینجر
صوفی حافظ محمد یوسف قادری

فی شمارہ قیمت -/30 روپے

جبہی کشمیر کانفرنس ۵ جولائی ۹۸ سرور شہید پارک جوہر آباد

10 مئی 2000ء

7 دسمبر 2001ء

روح ایمان

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں استغاثہ

ہیں یتیم ہاشمی، شاہنشہ مصر و عرب
مخزن عرفان و حکمت اور ہیں امی لقب
ہے عبادت اور سعادت احترام مصطفیٰ
آج تک پہنچا نہیں منزل پہ کوئی بے ادب
نام لیوا آپ کے ہیں مبتلائے رنج و غم
جو منافق ہیں وہ ہیں دلدادہ عیش و طرب
کفر کے صحرا سے جو اٹھتی ہیں پیہم آندھیاں
بجلیاں ہیں ان میں اور ہیں غیظ وغضب
آشیاں اپنا خس و خاشاک کا انبار ہے
بجلیاں اس کو جلا ڈالیں نہ اے میر عرب
آپ نے مسلک اخوت میں پرویا تھا جنہیں
دانہ دانہ منتشر ہو کر پریشاں ہیں وہ اب
یہ بتان آذری کے سامنے ہیں سجدہ ریز
جن میں شامل ہیں بتان رنگ وخوں نام ونسب
ہیں کہاں وہ خالد و فاروق جن کے فیض سے
ہو گئے تھے جا بجا اسلام کے جھنڈے نصب
رب عالم سے دعا فرمائیے میرے حضور
ہے مسلماں کو فقط اب اس کی رحمت کی طلب
کب دعائے نیم شب میں یاد فرمائیں گے آپ؟
آپ کا دریائے رحمت، جوش میں آئے گا کب؟
آپ ہیں ملجا و ماویٰ، حافظ دین متین
ملت اسلامیہ اور بدر ہیں اب جاں بلب

خوش ادا و خوش نوا و خوش لقا
خوش عطا و خوش سخا و خوش نما
خوش مقال و خوش خصال و خوش جمال
خوش خیال و خوش مقال و خوش نوال
خوش دہان و خوش زبان و خوش خرام
خوش قبا و خوش لباس و خوش کرام
خوش طبیعت، خوش مزاج و خوش علم
خوش گلو و خوش کلام و خوش قدم
خوش نگاہ و خوش گوار و خوش جبیں
خوش بیان و خوش گمان و خوش نشیں
خوش بلیغ و خوش بلاغ و خوش کتاب
خوش طراز و خوش جواز و خوش حساب
دل گرفتہ، خستہ و بیمار اک مرد غریب
خوش توجہ آپ کی اے کاش! ہو اس کو نصیب
میرے دشت زیست پر برسے اگر ابر کرم
دور ہوں آفات ساری اور مٹیں رنج و الم
آپ کی چشم کرم کا منتظر بدر حزیں
ہو عطا اب چادر رحمت مجھے اے شاہ دیں!

نتیجہ فکر:
سعید احمد بدر قادری المعروف بہ سعید بدر
965 - نظام بلاک۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

پیر محمد افضل قادری کو رہا کیا جائے

امریکہ نے اپنی طویل منصوبہ بندی کے عین مطابق افغانستان سے اسلامی حکومت کے خاتمے میں بھرپور کامیابی حاصل کر لی ہے اور اب اس کا ہدف کشمیر میں ''دہشت گردی'' کا خاتمہ ہے مراد یہ ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو اس صورت میں حل کرنا چاہتا ہے کہ افغانستان کی طرح کشمیر میں بھی امریکہ کے ہوائی اڈے قائم ہو جائیں اور وہ وہاں بیٹھ کر اسلام دشمنی پر مبنی اپنے ایجنڈے پر عمل درآمد کر سکے ان حالات میں مملکت کے اندر جس قدر امن، بھائی چارے اور باہمی اعتماد کی ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ ہماری دانست میں ارباب اقتدار کو چاہیے کہ وہ افغانستان کے حوالے سے سیاسی و مذہبی اسیروں کو فی الفور رہا کرے اور ان کے خلاف قائم کئے گئے مقدمات غیر مشروط طور پر واپس لے۔

عالمی تنظیم اہلسنت کے سربراہ مجاہد ملت حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ مراڑیاں شریف (گجرات) کو اسی سلسلہ میں ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو پابند سلاسل کیا گیا اور وہ میانوالی جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ہماری نہایت دیانت دارانہ رائے میں یہ بات حکومت اور قوم کے حق میں بہتر رہے گی کہ حکومت، عوام، علماء، دانشور اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد مل بیٹھ کر افہام تفہیم سے اسلام دشمن اور پاکستان دشمن قوتوں کے ناپاک عزائم کی ناکامی کیلئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں اور باہمی نزاع و کشیدگی کی صورت حال پیدا نہ ہونے دیں حکومت فوری طور پر حضرت پیر محمد افضل قادری کو باعزت رہا کر کے ان کے خلاف قائم کئے گئے مقدمات واپس لے۔ اللہ تعالیٰ اسلام، اہل اسلام اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(۱۱۔ جنوری ۲۰۰۲ء جمعۃ المبارک گیارہ بجے صبح)

غبار راہ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

مدیر اعلیٰ

نشان منزل

تارک فرائض کے نوافل قبول نہیں

آج کل ہمارے ہاں رائج معاشرتی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم فرائض اور واجبات سے تو پہلو کتراتے ہیں مگر مستحبات کو رسوم و رواجات کی شکل دینے کے بعد ان کی ادائیگی میں بہت زیادہ شدت پسند ہوتے جا رہے ہیں اس حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ''فتاویٰ رضویہ'' سے ایک سوال اور اس کا جواب منتخب کر کے ''انوار رضا'' کی زینت بنایا جا رہا ہے جس کی عربی عبارات کا اردو ترجمہ کاروان اسلام کے سربراہ شارح سلام رضا حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی نے فرمایا۔ سوال اور جواب من و عن ملاحظہ ہوں.............. (ادارہ)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن پر تراویح پڑھانے کی وجہ سے روزہ رکھنا معاف ہے یا نہیں؟

جواب۔ تراویح میں ختم قرآن، سنت سے بڑھ کر نہیں سنت۔ اور فرض میں جو فرق ہے وہ نہایت ہی ظاہر و باہر ہے یہ کتنی بیوقوفی اور کم عقلی ہے کہ سنت کی خاطر فرض چھوڑ دیا جائے، یہ دین سے برگشتگی ہے بلکہ یہ چھوٹا سا بہانہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ قرات قرآن روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہو سکتی۔ پوری دنیا میں ہزار ہا حفاظ قرآن جن میں بوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن سناتے ہیں اور کسی کو ایسا معاملہ نقصان دہ نہیں ہوا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ روزہ بھی صحت ہے اور قرآن سراپا شفا ہے لیکن اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ یہ نفع عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين و لايزيد الظلمين الا خسارا

ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

وقال صلى الله عليه وسلم اغزوا تغنموا و تصوموا تصحوا و سافروا تستغنوا اخرجه الطبراني في المعجم الاوسط من طريق زهير بن محمد عن سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه كما في المقاصد الحسنة و رواية ثقات كما في ترغيب المنذري و اخرجه الامام احمد ايضا كما قال السخاوي وروي قوله صومو اتصحوا عن ام المومنين عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اخرجه ابن السني و ابو نعيم في الطب النبوي ﷺ كما في الجامع الصغير للسيوطي لكن اسناده ضعيف كما قال المناوي قلت ولا يضر لثبوته بر جال ثقات مع ان الضعيف معمول به في الفضائل اجماعا كم افاد النووي وغيره.

جہاد کرو غنیمت حاصل کرو، روزہ رکھو صحت حاصل کرو، بغرض تجارت سفر کرو اور نفع حاصل کر کے غنا حاصل کرو۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں زہیر بن محمد سے انھوں نے سہیل بن ابی صالح سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے اور یہ ثقہ لوگوں کی روایت ہے جیسا کہ ترغیب منذری میں ہے۔ اور اسے امام احمد نے بھی روایت کیا جیسا کہ سخاوی نے کہا اور یہ الفاظ بھی ام المومنین نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیے کہ روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔ اسے ابن سنی نے اور ابو نعیم نے طب نبوی میں روایت کیا، جیسا کہ جامع الصغیر للسیوطی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ مناوی نے کہا لیکن ہم کہتے ہیں اس کا ضعیف ہونا نقصان دہ نہیں کیونکہ ثقہ لوگوں سے مروی ہے، علاوہ ازیں ضعیف پر فضائل میں عمل بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ نووی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

کسی طرح بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ اس شخص کو قرات قرآن روزہ رکھنے سے مانع ہے یہ

صرف عذر باطل اور کم ہمتی ہے العیاذ باللہ اگر بالفرض قرآن پڑھنا اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اس سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی تو اس صورت میں اس کے لیے قرآن پڑھنا نہ سنت ہے نہ باعث ثواب، بلکہ حرام اور موجب عذاب ہے، جس طرح کوئی شخص قرآن کی تلاوت اتنی طویل کرے کہ نماز کا وقت ہی فوت ہو جائے تو وہ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے تحت داخل ہوگا:

"بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت کرتا ہے علماء نے متفقاً فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی عمل روزہ رکھنے سے کمزور کرے یا مانع ہو، وہ جائز نہیں ہوتا اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لیے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ درمختار میں بزازیہ سے ہے اگر کسی نے روزہ رکھا اور وہ نماز میں قیام سے عاجز ہو گیا تو دونوں عبادات کو جمع کرتے ہوئے روزہ رکھے اور نماز کو بیٹھ کر ادا کرے۔"

سبحان اللہ! علماء کے نزدیک روزہ کی خاطر نماز میں قیام ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ یہ قیام فرض ہے صورت مذکورہ میں تو سنت کی خاطر نہیں بلکہ ناجائز، حرام اور گناہ فعل کے لیے ترک ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ تو جہالت صریح اور عناد قبیح ہے، اس عزیز سے کہا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تجھ پر روزہ رمضان، فرض عین فرمایا ہے اور تراویح میں قرآن ختم کرنا نہ فرض نہ سنت عین۔ اگر بسبب کثرت تلاوت دور کی وجہ سے (جو حفاظ کے لیے ناگزیر ہوتا ہے) ایسا ضعف لاحق ہونے کا خطرہ ہے تو یہ بوجھ اپنے اوپر نہ لے بلکہ کسی دوسرے حافظ کی اقتداء کرے اور روزہ رکھے، فرض کو بجالائے اور سنت بھی حاصل کرے، اور اگر اس قدر کی بھی طاقت نہیں تو تمام قرآن تراویح میں نہ پڑھے اور نہ سنے، جس طریقہ سے بیس تراویح ادا کرنے پر قادر ہے ادا کرے، روزہ اگر نہ رکھا تو نار جہنم اور عذاب الیم کا مستحق ٹھہرے گا۔

سنت کفایہ کی فرض عین پر تقدیم

اے میرے بھائی! روزہ فرض عین، ہے اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے، اور ختم

قرآن تراویح میں سنت کفایہ ہے اور سنت کفایہ، سنت عین سے موخر ہوتی ہے، کیا یہ ظلم نہیں؟ کہ سنت کفایہ کو فرض عین پر مقدم کر دیا گیا ہے، بعض علماء نے قوم میں سستی و کاہلی پیدا ہو جانے کی وجہ سے ختم قرآن کو ترک کر دینے کی بھی گنجائش یہ کہتے ہوئے روا رکھی ہے کہ جو شخص اپنے زمانے کے حالات سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے جیسا کہ درمختار میں زاہدی سے اور وہاں و بری اور کرمانی کے حوالے سے ہے اور اسی میں الاختیار سے ہے کہ ہمارے زمانے میں اتنی مقدار افضل ہے کہ بوجھ نہ بنے، اور کہا کہ اسے ہی مصنف الغزی وغیرہ نے ثابت رکھا ہے، المجتبیٰ میں امام صاحب سے منقول ہے کہ اگر کسی نے فرائض میں تین آیات چھوٹی یا بڑی پڑھیں تو اس نے بہت اچھا کیا اور وہ گنہ گار نہیں۔ زاہدی کہتے ہیں کہ پھر تراویح کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں کہتا ہوں اس جاہل کو دیکھو جو رمضان کا روزہ ایسے عمل کی خاطر ترک کر رہا ہے جس کا ترک روزے کی خاطر کیا جا سکتا تھا۔

ساری رات قیام سے باجماعت نماز افضل

ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی جماعت میں نہ دیکھا آپ نے ان کی والدہ سے وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا کہ وہ تمام رات نماز پڑھتے رہے صبح کے وقت انھیں نیند آ گئی جس کی وجہ سے وہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے امیر المومنین نے فرمایا: ''میرے نزدیک صبح کی نماز میں شریک ہونا تمام رات کی عبادت سے کہیں افضل ہے'' موطا میں امام مالک نے شہاب سے انھوں نے ابوبکر سلیمان بن ابی حثمہ سے انھوں نے حضرت عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ انھوں نے سلیمان بن ابی حثمہ کو نماز صبح میں غائب پایا، دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی طرف تشریف لے گئے آپ مسجد اور بازار کی درمیانی جگہ پر رہائش پذیر تھے جب آپ سلیمان کی والدہ حضرت شفا کے پاس سے گزرے تو فرمایا: میں نے سلیمان کو نماز صبح میں نہیں دیکھا وہ کہنے لگیں: وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: صبح کی نماز میں حاضر ہونا تمام رات قیام سے زیادہ محبوب ہے اسے ابوبکر ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن سے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ

ہیں۔ مجھے جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرنا ان دونوں (عشاء اور صبح) کے درمیان قیام سے محبوب ہے۔

سیدنا غوث اعظم کا فتویٰ

سیدنا غوث اعظم حضور پر نور سیدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مبارک کتاب فتوح الغیب شریف کے ترتیب عبادات کے مقالہ میں فرماتے ہیں اور ایسے جاہل پر جو سنت و نفل کی وجہ سے فرائض ترک کر دیتا ہے قیامت کبریٰ برپا فرماتے ہیں فقیر (اللہ تعالیٰ اسے بخش دے) اس مبارک گفتگو سے کچھ حصہ مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتا ہے تاکہ جاہل لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت فرمانے والا ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو چاہیے کہ وہ پہلے فرائض بجالائے یعنی وہ پہلے ان عبادات کو بجالائے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض و واجب کی ہیں جن کے ترک سے وہ گناہ گار اور قابل گرفت بن جاتے ہیں جب ان فرائض سے فراغت ہو جائے تو پھر سنن میں مشغول ہو واجب جو فرائض کے ہمراہ معین موکد ہیں جن کا ترک عذاب اور عتاب کا سبب ہے پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو پھر ان نفلی عبادات میں مشغول ہو جو ان فرائض و سنن سے زائد ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں ان کا بجالانا ثواب ہے لیکن ان کا ترک گناہ نہیں جب تک فرائض سے فراغت نہ ہو سنن میں مشغول ہونا بے وقوفی اور رعونت ہے تو جب تک فرائض مکمل نہ ہو جائیں سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے عقلی ہے کیونکہ ایسی چیز کا ترک کرنا جو لازم و ضروری تھی اور ایسی چیز کا اہتمام جو ضروری نہیں تھی عقل و دانش کے قاعدے کے منافی ہے کیونکہ عاقل کے لیے منافع کے حصول سے ضرر کا دور کرنا زیادہ اہم و واجب ہوتا ہے بلکہ حقیقتاً اس صورت میں نفع ہے ہی نہیں اسی پر قیاس کر کے نوافل ادا کرنا اور فرائض ترک کر دینا بھی نامقبول و باطل ہے جیسا کہ فرمایا پس اگر سنن و نوافل میں مصروف ہو گیا یعنی اگر فرض کی ادائیگی سے پہلے ہی سنن و نوافل میں مصروف ہو گیا تو وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ ذلت و رسوائی ہو گی۔

ایک اہم مثال

علماء فرماتے ہیں کہ نوافل کا بجالانا اور فرائض کو ترک کر دینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دیدے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے تو یہ ہدیہ ہرگز مقبول نہ ہوگا علماء نے فرمایا ہے جس کے نزدیک نوافل، فرائض کی نسبت اہم ہوں وہ دھوکا دفریب شدہ ہے فرمایا یہ بھی ہے کہ دو چیزیں لوگوں کو ہلاک کر دینے والی ہیں۔

۱۔ نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا

۲۔ قلب کی موافقت کے بغیر ظاہری اعضاء کا عمل کرنا

ایک اور اہم مثال

اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں بلائے، یعنی اس شخص کا حال جو فرائض ترک کر کے سنن و نوافل بجالائے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں طلب کرے اس سے مراد وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو علی الاطلاق حاکم و بادشاہ ہے اور وہ اس اعلیٰ طریقے پر بندے کو بلاتا ہے پس وہ اس کی طرف نہیں آتا یعنی وہ آدمی بادشاہ کی طرف نہیں آتا اور وہ بادشاہ کے ایسے امیر کے پاس کھڑا رہے جو اس کا غلام ہے اس کے قبضہ وولایت میں ہے اس کے تصرف اور قدرت کے تحت ہے، یہ ان سنن و نوافل کی مثال ہے جو رسول اللہ ﷺ جو بارگاہ خداوندی میں امیر اور خصوصی وزیر ہیں کے طریق پر یا علماء کے استحباب پر (جو اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں) کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتا ہے اگرچہ تمام پروردگار کے حکم سے ہے لیکن فرائض کی نسبت لزوم وایجاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور وہ سنن و نوافل جن کا درجہ یہ نہیں ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب واتباع کی طرف کر دی جاتی ہے۔

حاملہ خاتون کی مثال

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نوافل

ادا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نوافل ادا کرتا ہے حالانکہ اس کے ذمہ ایسے فرائض ہیں جنھیں اس طرح اس نے ادا نہیں کیا وہ اس حاملہ خاتون کی طرح ہے، جس کی مدت حمل مکمل ہوگئی جب ولادت کا وقت آیا تو اس نے بچے کو گرادیا یعنی ناتمام بچے کو اس نے جننے کے وقت گرادیا۔ وجہ تشبیہ، بے فائدہ تکلیف و مشقت اٹھانا ہے کیونکہ جب وہ نوافل عدم ادائیگی فرائض کی وجہ سے مقبول ہی نہیں تو وہ نمازی بے فائدہ مشقت اٹھا رہا ہے جیسے کہ حاملہ خاتون نے کتنی طویل مدت تکلیف اٹھائی مگر اس پر فائدہ بصورت اولاد مرتب نہ ہوا پس اب یہ حمل نہیں ہے کیونکہ مقصود فوت ہوگیا نہ ہی یہ صاحب اولاد ہے کیونکہ حمل ساقط ہوگیا۔

اسی طرح وہ نمازی جب تک فرائض ادا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نوافل قبول نہیں فرمائے گا تو جب تک نمازی فرائض بجا نہیں لاتا نہ اس کے نوافل (قبول) ہوں گے نہ فرائض۔

فرائض کی ادائیگی کے بغیر نوافل ادا کرنے والے نمازی کی دوسری مثال یوں ہے جیسے کوئی تاجر بغیر سرمایہ کے نفع حاصل کرنا چاہے لہذا فرمایا نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے نمازی کا حال سوداگری کی طرح ہے اسے تجارت میں نفع حاصل نہیں ہوتا یعنی اسے سوداگری میں اس وقت تک نفع نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنا سرمایہ نہیں لگائے گا اسے نفع کیسے ہوگا اسی طرح نوافل ادا کرنے والے نمازی کا معاملہ ہے۔ اس کے نفل ادائیگی فرائض کے بغیر مقبول نہیں ہوسکتے کیونکہ نفل بمنزل نفع کے اور فرض بمنزل سرمایہ کے ہیں۔

بالجملہ یہ شخص باجماع علماء فاسق وفاجر، مرتکب کبیرہ، عذاب الیم اور ذلت عظیم کا مستحق ہے۔

نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی باچھوں کو چیرا جارہا ہے اور ان سے خون بہہ رہا ہے، آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ رمضان کا روزہ قبل از وقت افطار کر لیتے تھے۔

اخرجه ابن خزيمة و ابن حبان في صحيحهما عن ابي امامة

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

الباهلي رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول بينا انا نائم اذاتانى رجلان فاخذا بضبعي فاتيابى جبلا وعرا، وساق الحديث الى ان قال ثم انطلقابى فاذا انا بقوم معلقين بعراقيبهم مشققة اشد اقهم دماقال قلت من هولاء، قال الذين يفطرون رمضان قبل تحلة صومهم (صحيح ابن خزيمه)

روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو آدمی آئے وہ مجھے اٹھا کر ایک پہاڑ پر لے گئے (تفصیلاً حدیث بیان کی جس کا ایک حصہ یہ ہے) پھر مجھے آگے لے گئے تو وہاں ایک قوم الٹی لٹکی ہوئی تھی ان کی باچھوں کو چیرا جا رہا تھا جن سے خون بہہ رہا تھا، فرمایا، میں نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا یہ رمضان کا روزہ وقت آنے سے پہلے ہی افطار کر لیتے تھے۔

جب قبل از وقت روزہ افطار کرنے پر یہ عذاب ہے تو خود سوچئے بالکل روزہ نہ رکھنے پر کتنا عذاب ہوگا۔ العیاذ باللہ

روزہ اسلام کی بنیاد

نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے ان میں سے اگر کسی نے ایک ترک کر دیا تو وہ کافر ہوگا اور اس کا خون مباح ہوگا، ان میں سے ایک کلمہ توحید کی شہادت، دوم نماز، سوم فرض روزہ رمضان۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو ان میں سے کسی کو بجا نہ لایا وہ خدا کا منکر ہے۔ اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا خون و مال مباح ہوگا۔

اسے ابویعلی نے اسناد حسن کے ساتھ ذکر کیا، منذری نے بھی اسے سند حسن کے ساتھ حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا مگر یہ کہ اس کی نسبت رسالتمآب ﷺ کی طرف ہے آپ نے فرمایا کہ اسلام کے رو سے دین کے ستون تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے۔ پہلی لا الہ الا اللہ کی شہادت، دوسری فرض نماز، تیسری رمضان کا روزہ، دوسری روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اللہ کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں۔ اس کا خون و مال مباح ہے یہ روایت سعید بن زید نے عمرو بن مالک النکری سے انھوں نے ابو الجوزا سے انھوں نے حضرت ابن عباس سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں شک نہیں کیا حضور ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے دین اسلام میں چار چیزوں کو فرض کیا ہے ان میں سے اگر کوئی تین بجالاتا ہے تو وہ اس کے کسی کام نہیں آسکتے یہاں تک کہ وہ چاروں کو بجالائے (وہ چار یہ ہیں) نماز، روزہ رمضان، زکوۃ، حج کعبہ۔

امام احمد نے زیاد بن نعیم الحضرمی سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان میں فرض فرمایا ہے جو ان میں سے تین بجالائے گا وہ اسے کسی شئے کا فائدہ نہیں دیں گی حتی کہ تمام کو بجالائے، وہ نماز، روزہ رمضان، زکوۃ اور حج کعبہ ہے نیز حضور سرور عالم ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر کسی نے شریعت کی اجازت کے بغیر روزہ رمضان نہ رکھا اگر ساری عمر روزہ رکھے تب بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتا ترمذی نے روایت کیا یہ الفاظ اسی کے ہیں اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بغیر رخصت اور مرض کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دیا اب اگر ساری عمر روزہ رکھتا رہے تو اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

مسلمان کو چاہیے کہ وہ دو وجوہ کی بنا پر ایسے شخص کو تراویح نہ پڑھانے دیں اولاً یہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہوتی ہے جیسا کہ اس پر متون، شروحات اور فتاوی کی قطعی تصریحات ہیں۔

ثانیاً غالب گمان یہ ہے کہ یہ شخص انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امور دینیہ کے معاملے میں بد ذوق ہے اور وہ تراویح میں قرآن محض حصول امامت کے لیے سنا رہا ہے اور ریا کاری کرتے ہوئے تقدم و تفاخر پر عمل پیرا ہے لہذا اسے اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں، جب کوئی اس کی اقتدا نہیں کرے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ وہ اس فعل حرام سے رجوع کرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے گناہ اور زیادتی پر ہرگز تعاون نہ کرو۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہ عظیم ہے اس کی اعانت کرنے والے بھی گناہ گار ہوں گے، ہر چند گفتگو قدرے طویل ہوگئی ہے لیکن بحمداللہ نفع سے خالی نہیں، ایک تو تحقیق مسئلہ کی وجہ سے اور دوسرا حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام و ذکر شریف کے نقل کرنے کی وجہ سے، کیونکہ صالحین کے تذکرہ سے اور خصوصاً اس اولیاء کے سربراہ، اقطاب کے تاج اور سید الصلحا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین کے تذکرے پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔

ادارہ معین الاسلام بیربل شریف کی کارکردگی

ضلع سرگودھا کی مثالی دینی درسگاہ ادارہ معین الاسلام بیربل شریف حضرت پیر طریقت پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی مدظلہ کی زیر نگرانی حفظ وناظرہ، تجوید و قرآت، درس نظامی اور عصری علوم کے فروغ کے لیے فی سبیل اللہ مصروف جہد ہے جہاں ساڑھے پانچ سو کے قریب طلبہ زیر تعلیم ہیں ہوسٹل، طعام، علاج معالجہ اور طلبہ کی تمام ضروریات کا ادارہ کفیل ہے ۲۰۰۱ء میں تعلیمی بورڈ سرگودھا کے زیر اہتمام فرسٹ ایئر کا نتیجہ 68 فی صد رہا جس کے مطابق، تنویر عباس نے 356، گلباز احمد نے 345، ساجد حسین نے 339 اور ضیاء المصطفیٰ نے 330 نمبر حاصل کر کے فرسٹ ڈویژن میں امتحان پاس کیا، جبکہ عطاء فرید نے 310، محمد آصف نے 292، عمر حیات نے 287 اور عبد المالک نے 271 نمبر حاصل کر کے سیکنڈ ڈویژن میں امتحان پاس کیا، سیکنڈ ائیر کا نتیجہ 73 فی صد رہا جس کے مطابق فخر معین نے 753، ماجد رضا نے 703، محمد اقبال نے 701، عامر امین نے 700، محمد طیب نے 693 نمبر حاصل کر کے فرسٹ ڈویژن جبکہ رضوان اسلم نے 663، سیف الرحمان نے 613، خان محمد نے 606 نمبر حاصل کر کے سیکنڈ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی الحمدللہ بی اے کا نتیجہ 83 فیصد رہا پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام امتحان میں طلبہ عبد الرزاق نے 546 اور شاہد رسول نے 518 نمبر فرسٹ ڈویژن اور فلک شیر نے 467، محمد اشرف نے 460 اور اشتیاق احمد نے 448 نمبر لے کر سیکنڈ ڈویژن میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ معین اسلامک اکیڈمی نے کامیاب طلبہ اور ان کے اساتذہ کو مبارکباد پیش کی ہے علاقہ بھر کے معززین اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد نے حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی کو ادارہ کی عمدہ کارکردگی پر دلی مبارک پیش کی اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

تبرکات رضویہ

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر کسی قوم کا وجود تھا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا ''ان (میناروں) کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العلمین حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر اسی آدمی سوار تھے۔ جس میں دو نبی تھے۔ (حضرت آدم و حضرت نوح علیہم السلام) حضرت نوح علیہ اسلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا۔ اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا سوق الثمانین نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و مینار کے باقی رہ گئی تھیں۔ جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انھیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔

بنی الھرمان النسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں۔ نسر واقع اور نسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال (۱۲۶۴۰) ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ (۶۴) برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج

جدی کے سولھویں درجہ میں ہے۔ تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

اللہ اکبر! یہ ہے اعلیٰ حضرت کا علم النجوم، علم تاریخ اور علم ہندسہ پر مضبوط گرفت کی ایک چھوٹی سے مثال۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں گیلیلیو کے گرنے والے اجسام کے اصول اور کشش ثقل کا اصول (Laws of falling badies) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت پر (Theory of relatity) گفتگو کی ہے۔ ارشمیدس کے اصول (کہ پانی میں اشیاء کے وزن میں ہٹائے ہوئے پانی کے وزن کے بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مدوجزر کی تفصیلات پر بہت طویل بحث کی ہے۔ دیگر سیاروں پر اجسام کے اوزان میں کمی وبیشی پر تبصرہ کیا۔ Centiri figal (مرکز گریز یا دافع عن المرکز) کے اصولوں پر کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں سمندر کی گہرائی زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی کثافت نسبتی (Relative Densities) ہوا کے دباؤ پر سائنسی دعوؤں کی تفصیلات اور اعداد وشمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد وشمار کا استعمال بھی کیا۔

بہ شکریہ! ماہنامہ کنز الایمان دہلی (انڈیا)

ضعیف اگر نظر پڑے رسول کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
جفا ستم گروں کو دے ستم زدوں کی ڈھال بن

(اقبال)

1977ء سے جمعیت علماء جموں وکشمیر کا صدر ہوں میری ہی کوشش سے آج جمعیت پارلیمانی پارٹی ہے

آزاد کشمیر میں جمعیت نے مسلم کانفرنس کے ساتھ مل کر کامیاب سیاسی حکمت عملی اختیار کی

بزرگان ڈھانگری شریف نے ہمیشہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ وفاداری کا درس دیا

ہر حاضری میں ''ابواء'' شریف جانا میرا معمول ہے اب ظالموں نے پورا پہاڑ ہی ختم کر دیا

تلاوت قرآن مجید، دلائل الخیرات شریف، قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ غوثیہ شریف ہمارے اہم وظائف ہیں

جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سربراہ،

آزاد کشمیر میں قانون ساز اسمبلی کے رکن آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف کے سجادہ نشین نامور سکالر، سیاستدان اور دانشور

صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن نقشبندی قادری مدظلہ العالی

سے ایک مفصل اور ہمہ جہتی انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن نقشبندی قادری، آزاد جموں وکشمیر کے علمی ودینی، سیاسی وروحانی اور سماجی وجہادی حلقوں کا سرکردہ نام ہے، وہ ایک پہلودار شخصیت کے مالک ہیں آپ ایک روحانی پیشوا، باعمل شیخ طریقت، نامور مذہبی سکالر، قادر الکلام منفرد اور مترنم لہجے کے حامل مقبول ومحبوب خطیب، صائب الرائے دانشور، منجھے ہوئے سیاست دان، جذبۂ ایثار سے سرشار سماجی شخصیت کے حامل انسان ہیں۔ وہ تحریک حریت کشمیر کے ہراول دستے کے سالار بھی ہیں اور عالمی غلبۂ اسلام کی تگ وتاز کے متقدر راہنما بھی، نظام مصطفیٰ ﷺ کی تگ وتاز کے سرکردہ سیاست دان بھی، نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور محبت مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لیے جدوجہد کرنا ان کا وطیرہ ہے وہ نقشبندی اور قادری بزرگان دین کے روحانی فیضان کے امین ہیں۔ مہمان نوازی ان کا خاص وصف ہے اور دوسروں کے دکھ درد بانٹنا ان کی طبیعت ثانیہ ہے اور اسے ہی وہ مقصد حیات قرار دیتے ہیں۔ نہایت پرکشش، عالیشان خاندانی پس منظر کے ساتھ ساتھ وہ ذہین، فطین، زیرک ودانا، ملنسار، حلیم الطبع، منکسر المزاج، صاحب مطالعہ باعمل عالم دین ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں ان کے ارادت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ آیئے! آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف کے سجادہ نشین، جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سربراہ، آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے منتخب رکن، نامور مقرر اور مشنری جذبے سے سرشار محب وطن راہنما کی ہمہ جہتی گفتگو ملاحظہ کریں...... (محبوب قادری)

O پورا اسم گرامی؟

☆ محمد عتیق الرحمٰن

○ ولدیت؟

☆ میرے والد گرامی کا اسم مبارک حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت غوث زماں خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ جو ایک صاحب علم وعرفان' نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھے شان استغنا وسخاوت' حق گوئی وبے نیازی' اخلاص ومہربانی' قائم اللیل اور صائم النہار ہونا ان کے اوصاف میں تھا الحمد للہ وہ اسم بامسمّٰی تھے اور فاضل بریلی شریف تھے جب آپ دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لیے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوئے تو جگر گوشۂ امام احمد رضا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے آپ کا نام دریافت فرمایا جب آپ نے اپنا نام...... محمد فاضل...... بتایا تو حضرت حجۃ الاسلام نے ارشاد فرمایا...... الفاضل المفضل الکامل الاکمل ...... اللہ کے اس ولی کے یہ الفاظ سچ ثابت ہوئے اور اللہ پاک نے انہیں علم وعرفان کی عظیم دولت سے خوب نوازا۔ آپ نے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سردار احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث پاک کا درس لیا اور 1351ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

میری سب سے بڑی خواہش کشمیر کی مکمل آزادی اور الحاق پاکستان کے بعد ساری مملکت میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ ہے

○ خاندانی پس منظر؟

☆ اپنے حضرت والد گرامی مولانا محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ (1915ء۔1991ء) کے متعلق تو میں نے عرض کر دیا ہے میرے جد امجد بھی ایک ولی کامل اور متقی انسان تھے۔ عوام کی اصلاح احوال آپ کا مشن تھا۔ میرے جد امجد حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت 1875ء میں ہوئی۔ آستانہ عالیہ ڈھنگروٹ شریف کا ماحول چونکہ خالصتاً روحانی' دینی وعلمی تھا

اس لیے اس کے اثرات آپ کی طبیعت پر بھی وارد ہونا ایک فطری امر تھا۔ گویا آپ کو بچپن ہی میں احکامات شریعت کی پابندی و پاسداری کا درس ملا' قرآن کریم بچپن ہی میں حفظ کر لیا۔ ذوق عبادت بھی آپ کو ورثے میں نصیب ہوا۔ آپ کے والد گرامی حضرت اعلیٰ خواجہ حافظ محمد

جماعت اہلسنّت کی سپریم کونسل کے لیے صاحبزادہ فضل کریم نے میرا نام پیش کیا اور کاظمی برادران نے تائید کی

حیات رحمتہ اللہ علیہ آپ کے استاذ بھی ٹھہرے گویا آپ کو ہمراہ لے کر اپنے عہد کے عظیم بزرگ حضرت خواجۂ خواجگان بابا جی محمد خان عالم رحمتہ اللہ علیہ (باولی شریف) کے خلیفۂ اعظم حضرت زینت السادات پیر سید لطف شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رواترہ شریف حاضری ہوئی اور آپ کو بیعت کرانے کا خیال ظاہر فرمایا شیخ نے فرمایا کہ یہ ابھی بچے ہیں اور میں عمر کے آخری حصے میں ہوں۔ آپ ہی ان کو بیعت کر لیں۔ حضرت نے اصرار کیا کہ اصل مقصود تو آستانہ عالیہ باولی شریف سے نسبت کا حصول ہے آپ کرم فرمائیں خود ہی ہم تکمیل کروا لیں گے۔ شیخ نے کمال شفقت سے بیعت کر لیا۔ اور حضرت اعلیٰ خواجہ خواجگان حافظ محمد حیات رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا...... آپ میری طرف سے بھی ان کو فیوض و برکات عطا فرما دینا...... چنانچہ جوانی ہی میں حضرت اعلیٰ رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اوراد و وظائف ومراقبات طے کرا کے بہت تھوڑے عرصہ میں منازل سلوک طے کرا دیں اور خلافت واجازت سے سرفراز بھی فرما دیا۔ میں چاہوں گا کہ یہاں حضرت اعلیٰ خواجہ محمد حیات رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی چند معروضات پیش کروں۔ آپ کی ولادت غالباً 1837ء میں ہوئی ان کے

''نورانی' نیازی اتحاد'' کے لیے میں نے دونوں راہنماؤں کی پہلی ملاقات ڈھانگری شریف میں کرائی

والد گرامی کا اسم گرامی ''محمد بہادر'' تھا۔ میرپور (آزاد کشمیر) کے جنوب مغرب میں جہاں دریائے جہلم اور دریائے پونچھ آپس میں ملتے ہیں اس دو دریاؤں کے سنگم پر ایک آبادی ڈھنگروٹ شریف کے نام سے آباد تھی۔ اور یہ گاؤں آزاد کشمیر اور پاکستان کا نقطہ اتصال ہے

یہاں ایک نیک صالح زمیندار خاندان کے سربراہ ہمارے پردادا جان حضرت اعلیٰ خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت محمد بہادر رحمۃ اللہ علیہ نہایت مستجاب الدعوات

انسانیت کا قتل کہیں بھی ہو قابل مذمت ہے امریکہ کو کشمیر سمیت دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے غم کا اندازہ ہو جانا چاہیے

تھے اور اللہ والے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات بہت معروف ہے کہ حضرت خواجہ شاہ سلمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور دعا کے لیے عرض کیا اور آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میرپور سے۔ فرمایا' وہاں ڈھنگروٹ گاؤں میں ایک بزرگ قیام رکھتے ہیں محمد بہادران کا نام ہے تم انہیں جانتے ہو؟ اس نے عرض کیا میں اسی گاؤں کا باسی ہوں اور انہیں جانتا ہوں۔ فرمایا پھر یہاں کیا لینے آئے ہو؟ جاؤ انہی کی خدمت میں عرض کرو۔ انشاء اللہ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو وہ ایسے پائے کے بزرگ تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) خواجگان ڈھنگروٹ شریف کا روحانی تعلق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ زبیریہ' سلسلہ عالیہ قادریہ محمودیہ آوانیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے ہے۔

قدیم اور عصری علوم کو بیک وقت مدارس میں رائج کیا جائے لیکن غلبہ' علوم اسلامیہ کا ضروری ہے

ہاں تو ڈھنگروٹ شریف منگلا ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے جھیل میں شامل ہو گیا۔ ڈھنگروٹ شریف کے علاوہ بہت سارے دیہات زیر آب آئے ان میں گالا' پنا' کھاڑی' گڑھا' ڈھوک ملاحاں' لڑھا' کھبال' موہری' پیل چھچھ' بیتال' ستھلہ وغیرہ دیہات شامل تھے غالباً 1955ء میں حضرت ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے ڈھنگروٹ شریف سے نقل مکانی کا پروگرام بنایا اور فیض پور شریف کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ فیض پور شریف والی جگہ سنسان جگہ تھی اور یہاں جنات وغیرہ کا ڈیرہ تھا لوگ ڈرتے تھے۔ بس اللہ والے نے اللہ اللہ کی اور ڈیرہ جما دیا اور جنگل کو واقعی منگل بنا دیا۔ یہیں پر حضرت کا وصال ہوا۔ 1964ء میں۔ اور پھر یہاں آپ کا مزار شریف بنا' عالی

شان روضہ مبارک تعمیر کیا لیکن ڈیم کی وجہ سے 1967ء میں فیض پور شریف سے ڈھانگری بالا نقل مکانی کی گئی اور وصال مبارک کے تین سال بعد حضرت ثانی خواجہ' خواجگان خواجہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کشائی کی گئی باقاعدہ نماز جنازہ اور زیارت عام کا اہتمام کیا گیا۔ ہزاروں لوگ شریک ہوئے ان تجہیز وتکفین کے ایمان افروز واقعات پر ایک زمانہ گواہ ہے تو ایک مختصر سا پس منظر میں نے گوش گزار کر دیا ہے بڑے عظیم تھے یہ لوگ۔ پورے علاقہ میں حضرت خواجہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کشائی کا واقعہ اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔

خانقاہی مصروفیات نے تصنیف تالیف کا وقت نہیں دیا البتہ ذوق مطالعہ بدستور قائم ہے

○ سلاسل طریقت میں آپ کا تعلق؟

☆ ہم نقشبندی مجددی بھی ہیں اور قادری بھی۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ باولی شریف کے خلیفہ اعظم حضرت زینت السادات پیر سید لطف شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اور پھر حضرت اعلیٰ (آپ کے والد گرامی) کے ارشاد کی تعمیل میں فیض سے مالا مال کرنا منازل سلوک طے کرنا۔ اور اوراد و وظائف اور لطائف و مراقبات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل۔ اس کے بعد آوان شریف میں حضرت سلطان المشائخ حضرت قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ لنگر شریف کا کام کاج میں بلا تامل شریک ہو گئے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اخلاص ملاحظہ فرمایا تو پھر سلسلہ عالیہ قادریہ کے اوراد و وظائف سے روحانی توجہ فرمائی اور منازل طے کرا دیں اور پھر خلعت خلافت و اجازت عطا فرما کر دیگر علاقوں کے دورے اور مخلوق کو فیض رسانی کی تلقین فرمائی۔

وصال سے تین سال بعد حضرت ثانی خواجہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کشائی' نماز جنازہ زیارت عام اور تجہیز وتکفین کے ایمان افروز واقعات پر ایک زمانہ گواہ ہے

تلاوت قرآن مجید' دلائل الخیرات شریف' قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ غوثیہ شریف ہمارے اہم وظائف ہیں اور پھر ہمارے ہاں شجرہ شریف پڑھنے کے بعد اپنی ماں بولی میں چند دعائیہ اشعار

پڑھے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والا اخلاص وللّٰہیت سے سرشار ہو کر اپنے رب سے جب اپنی بات عرض کرے گا۔ اور اس کو صحیح طور پر سمجھے گا بھی تو اس کے اثرات ہی کچھ اور ہوں گے وہ اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ اسم بامسمیٰ شخصیت کے حامل تھے

ظاہر باطن پاک عقیدہ دل میرے وچ پائیں
تابعدار نبی دا تھیواں چھوڑاں حرص ہوائیں
سنت پاک نبی دی اُتے صدقے نال چلائیں
نور نبی دا ویکھے دلتوں بخش نور ضیائیں
جاں جاں جیواں راہ نبی دے اُتے قدم دھرائیں
سدھی سڑکے والا رستہ ربا نہ چھوڑائیں
جتنے نقشے باطل دل دے سارے محو کرائیں
اکو نقش مکرم پیار اُس دے وچ جمائیں
تیرے کولوں تینوں منگاں عاجز کراں دُعائیں
میں بھکھیارے دے وچ ٹھوٹھے خیر کریماں پائیں
قلب سلیم اسانوں بخشیں کر کے دُور بلائیں
ہر مرضوں تے درروں دیویں اللہ پاک شفائیں
ایتھوں عالم عاجز تائیں نال ایمان لیجائیں
اُتھے نال نبی دے رکھیں ایتھے گل مکائیں
ایتھوں ہر مومن تائیں نال ایمان لیجائیں
اُتھے نال نبی دے رکھیں ایتھے گل مکائیں

○ تصنیف' تالیف کے حوالے سے خدمات؟

☆ خانقاہی نظام بہت زیادہ وقت کا متقاضی ہے پھر ساتھ ساتھ تبلیغی خدمات بھی میں نے اپنے

ذمہ لے رکھی ہیں تو تصنیف و تالیف کے لیے وقت نہیں نکال سکا۔ تاہم مطالعہ کا ذوق مجھے نصیب ہے۔

○ حج و عمرہ کی سعادت؟

☆ دو حج کیے۔ ایک بچپن میں ایک بعد میں۔ جبکہ عمرہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر سال دو ایک مرتبہ حاضری کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے انہیں ''الفاضل المفضل' الکامل الاکمل'' کے لقب سے نوازا

○ سیاسی جدوجہد کا آغاز کب کیا؟

☆ ہماری سیاست' اسلام کے ماتحت ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے تب سے سیاسی بصیرت بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے جہاں تک جمعیت علماء جموں وکشمیر کے ساتھ وابستگی کی بات ہے تو اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ ابھی تک میری داڑھی مونچھ ہی نہیں آئی تھی جب سے میں حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ' اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ ہوا جے یو پی اور جماعت اہلسنت کے ساتھ ربط پیدا ہوا۔ اور تب سے اب تک یہ قلبی و روحانی تعلق پورے تسلسل کے ساتھ قائم و برقرار ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ میں 1974ء سے جمعیت علماء جموں وکشمیر کے پلیٹ فارم سے کام کر رہا ہوں اور 1977ء سے میں اس کا صدر ہوں۔ پارٹی چلا رہا ہوں۔ آستانہ عالیہ کی بے شمار مصروفیات ہیں اس کے باوجود جمعیت کو کچھ نہ کچھ وقت دیتا ہوں اس کوشش کا نتیجہ ہے کہ جمعیت علماء جموں وکشمیر' آزاد کشمیر کی ایک پارلیمانی پارٹی ہے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور سرکار دو عالم ﷺ کی نظر عنایت اور بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ نے ایک سائل کو ڈھنگروٹ شریف دعا کے لیے بھیجا

○ جماعت اہلسنت یا جمعیت کے حوالے سے آپ کی خدمات؟

☆ آزاد کشمیر میں الحمدللہ مسلکی حوالے سے بساط بھر جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہیں جمعیت علماء آزاد

جموں وکشمیر کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات میں نے عرض کر دی ہیں ویسے تین مرتبہ مصروفیات کے سبب مجھے مستعفی ہونا پڑا مگر میرا استعفیٰ منظور ہی نہیں ہوا شوریٰ و عاملہ نے کثرت رائے سے نہیں بلکہ متفقہ رائے سے میرا استعفیٰ نامنظور کیا اور مجھے ہتھیار ڈالنا پڑے۔ جماعت اہلسنت پاکستان میں طویل عرصہ اختلافات کی بڑی خلیج موجود رہی اس کے دھڑوں کے اتحاد کے لیے ایک سپریم کونسل بنائی گئی۔ اس بندہ کو اس سات رکنی سپریم کونسل کا رکن منتخب کیا گیا اور پھر لطف یہ ہے میرا نام صاحبزادہ حاجی فضل کریم رضوی نے پیش کیا جبکہ صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی اور صاحبزادہ سید حامد سعید شاہ کاظمی نے تائید کی۔ (حالانکہ یہ دونوں مختلف دھڑوں کے سربراہان تھے الحمدللہ تعالیٰ دونوں نے اتفاق رائے سے اس فقیر کا نام پیش کیا) اس وقت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی' مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری وغیرہم حضرات اس سپریم کونسل کے رکن تھے۔

حضرت خواجہ پیر سید لطف شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کر کے حضرت خواجہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا

○ سانحہ ابواشریف کے حوالے سے آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا آپ نے ابواشریف حاضری کی سعادت حاصل کی؟

☆ جی الحمدللہ جب بھی حرمین شریفین حاضر ہوا۔ ہمیشہ ابواشریف حاضری کے لیے گیا۔ مکہ شریف سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے پرانے راستے پر تقریباً نصف راستے پر ایک چھوٹی سے آبادی ہے جس کو آپ بستی کہہ سکتے ہیں اس بستی کا نام "مستورا" ہے مستورا چائے کے ہوٹل' چھوٹی دکانیں اور چند مکانات ہیں۔ یہاں پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹی سی اور پہاڑی ہے جس پر چند گز کے فاصلے پر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف ہے۔ جب میں وہاں آخری مرتبہ حاضر ہوا تو غم واندوہ کی انتہا نہ رہی ان ظالموں نے پورے پہاڑ کو ہی ختم کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون...... راجہ محمد ظفر الحق میرے دوست ہیں اس وقت نواز شریف حکومت تھی واپس آ کر میں نے ان کو کہا اور ان کے ذریعے سے پارلیمنٹ میں سانحہ ابواشریف کا مسئلہ اٹھایا۔ حضرت

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔) افسوس لیکن اس امر کا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ کن اور نتیجہ خیز کام نہیں کر سکے۔ کاش اہلسنت مل کر کوئی اجتماعی کام کریں۔

حضرت سلطان المشائخ قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (آوان شریف) نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا

○ آپ کے تبلیغی دورے؟

☆ بقول اقبال۔

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

لیکن پاکستان' آزاد کشمیر کے علاوہ یورپ عموماً جاتا رہتا ہوں۔ مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت ہی ہے ڈھانگری شریف میں ایک ادارہ قائم کیا ہے جہاں تعلیمی سلسلہ جاری ہے آزاد کشمیر کے دیگر مقامات کے علاوہ بریڈفورڈ اور برطانیہ کے دیگر کئی شہروں میں مدارس ہیں جن کے لیے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر وقتاً فوقتاً اپنی جدوجہد جاری رکھتا ہوں۔ اور میری ہی زیرنگرانی وہ مصروف عمل ہیں۔

مولانا شاہ نورانی مسلمہ قائد ہیں پوری قوم کو ان کی اقتداء کرنا چاہیے

○ آپ ساری زندگی میں کس شخصیت سے متاثر ہوئے' مراد پسندیدہ شخصیت؟

☆ اپنے والد گرامی سے۔ وہی میرے مرشد ارشد بھی ہیں مجھے تو اپنے عہد میں وہی عظیم ترین شخصیت نظر آئے۔

○ شعروسخن سے دلچسپی؟

☆ نعت سرور کونین ﷺ کی حد تک شعروسخن سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں اور مجھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار بے حد پسند ہیں۔ طلع البدر علینا من ثنیا

○ آپ کی سب سے بڑی خواہش؟

☆ میری سب بڑی خواہش یہ ہے کہ کشمیر کی مکمل آزادی کے بعد پاکستان سے الحاق اور پھر پوری مملکت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا حقیقی و عملی نفاذ ہو جائے۔

علم و عمل، تبلیغ و اشاعت، تزکیہ نفس اور اعمال صالحہ کے لیے خانقاہی نظام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

○ امریکہ میں حالیہ دھماکوں کے حوالے سے آپ کا ردعمل کیا ہے؟

☆ دیکھئے، انسانیت کا قتل کہیں بھی ہو قابل مذمت ہے وہ قتل کشمیر میں ہو یا عراق کی تباہی کی صورت میں، فلسطین میں مسلمانوں پر مظالم ہوں یا امریکہ کی حالیہ تباہی۔ ہم ان سب کی مذمت کرتے ہیں لیکن ایک بات ہے کہ اب امریکہ کو کشمیر سمیت دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے غم و اندوہ کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔

○ اتحاد اہلسنت کے لیے آپ کیا فارمولا پیش کرتے ہیں؟

☆ اخلاص وللٰہیت کے ساتھ نیتوں کو صاف کر لیا جائے تو اتحاد کے راستے کی کوئی بھی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ظلم تو یہ ہے کہ نااہل لوگ قیادت کے منصب پر جھپٹا مارنا چاہتے ہیں میرے علماء مشائخ سے عمدہ مراسم ہیں اس سلسلہ میں جو بھی کوشش کی جائے گی ہم اس کا بھرپور ساتھ بھی دیں گے اور مقدور بھر تعاون بھی کریں گے۔

اللہ اللہ کرنے والا طبقہ تو قیامت کی......ڈھال......ہے

○ آزاد کشمیر میں جمعیت کی جدوجہد کے حوالے سے آپ کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

☆ جمعیت علماء جموں و کشمیر، ریاست جموں و کشمیر کے سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی نمائندہ دینی و سیاسی تنظیم ہے جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ ﷺ سے تحفظ و تقدس، آزادی کشمیر اور اصلاح معاشرہ کے لیے جدوجہد کر رہی ہے آزاد کشمیر کے انتخابات میں جمعیت علماء جموں و کشمیر کا آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سے انتخابی اتحاد ہوا تھا مسلم کانفرنس کے صدر سردار محمد عبدالقیوم خان، سردار سکندر حیات خان، سردار عتیق احمد خان اور میرے مابین تفصیلی نشست و

تبادلۂ خیالات کے بعد اس انتخابی اتحاد کا راولپنڈی میں اعلان ہوا تھا۔ الحمد للہ جمعیت علماء جموں و کشمیر آزاد کشمیر کے انتخابات میں مسلم کانفرنس کے اتحادی جماعت ہونے کے ناطے پیش پیش رہی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے اتحاد کو کامیابی عطا فرمائی۔ انشاء اللہ میں آزاد کشمیر اسمبلی میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے جدوجہد کروں گا سردار عبدالقیوم خان مثبت فکر کے حامل بزرگ سیاست دان ہیں قبل ازاں بھی انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو کچھ پیش رفت کی ہے وہ ان کا ایک کارنامہ ہے اور اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اب الحمد للہ جمعیت بھی اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرے گی اور اب یہ کوشش اپنے اہداف کے بہت قریب نظر آ رہی ہے۔

عصری و قدیم علوم کو ایک ساتھ چلانا، مدارس دینیہ کے لیے ضروری ہے

○ اتحاد اہلسنت، میری مراد جمعیت علماء پاکستان کے دونوں گروپوں میں اتحاد کے حوالے سے یہ دریافت کرنا ہے کہ آپ نے اس وقت کیا کچھ کردار ادا کیا؟

☆ میں نے عرض کیا کہ قائدین جمعیت کے ساتھ میرا تعلق تو ابتداء سے ہے حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ سے میرا تعارف حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ اور علامہ پیر سید محمود شاہ گجراتی رحمتہ اللہ علیہ نے کروایا تھا مجھے اہلسنت کی ان گراں قدر شخصیات کے ساتھ اندرون ملک اور بیرون ملک کام کرنے کا بہت موقع ملا۔ یہ عظیم لوگ ہیں اور سچ یہ ہے کہ امانت، دیانت، تقویٰ، طہارت اور مسلکی تصلب ان حضرات کا خاصا ہے جمعیت کے دونوں دھڑوں کے بارے میں ہمیشہ ہم نے اتحاد کی کوششیں کیں اور خدا کا شکر ہے وہ بار آور ثابت ہوئیں اور ہم سرخرو ہوئے۔ اس وقت حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی اہلسنت و جماعت کے مسلمہ قائد ہیں اور ان کا ہر فیصلہ قوم کو دل و جان سے تسلیم کرنا چاہیے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے پاکستان بنایا تھا

○ خانقاہی نظام کی ناکامی کے اسباب کیا ہیں؟

☆ علم و عمل، تبلیغ و اشاعت، تزکیہ نفس اور اعمال صالحہ کے حوالے سے خانقاہی نظام کی خدمات سے انکار ممکن نہیں سب سے زیادہ خدمات ہی اسی مبارک نظام کی ہیں لہٰذا اس کو ناکام نہیں کہنا

چاہیے انشاء اللہ یہ خانقاہی نظام قیامت تک نیکی اور خیر کے میدان میں مصروف عمل رہے گا۔
حضور سید عالم ﷺ سے صحابہ کرام نے عرض کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک اللہ اللہ کرنے والا ایک شخص بھی باقی رہے گا قیامت نہیں آئے گی۔ یہ طبقہ تو قیامت کی ڈھال ہے۔ جس دن یہ ختم ہوگیا اسی دن قیامت آجائے گی۔

قوم منظم اور متحد ہوکر آنے والے خطرات کا مقابلہ کر

O کرامت کا وجود اس عہد میں مفقود ہوگیا ہے یا نظر نہیں آتی؟

☆ میرے جیسا.......... بندہ تبلیغ واشاعت اور حق وصداقت کا پرچم اٹھا کر چل رہا ہے اس میں میری ہرگز صلاحیت یا قابلیت نہیں محض اللہ تعالیٰ کی عطا' مہربانی اور کرم نوازی ہے اور اس کے ساتھ ایک عارف باللہ کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے اور یہی کرامت ہے آپ اگر توجہ دیں تو روزمرہ کئی کرامات کا اس وقت بھی ظہور ہوتا ہے لیکن اس کے دیکھنے اور پرکھنے کا معیار جداگانہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ عطا فرمائے۔ دین میں تفکر اور تدبر سے کام لیا جائے۔

قائداعظم اس دھرتی پر نظام مصطفیٰ کا نفاذ چاہتے تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی

O قدیم اور عصری علوم کو یکجا طور پر مدارس میں رائج کرنے کے عمل کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

☆ میں نے جہاں بھی قدیم علوم کی تدریس کا ماحول دیکھا ہے وہاں عمل کا غلبہ پایا ہے اعمال صالحہ کا ذوق وشوق غالب دیکھا ہے لیکن آج ہمیں قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم سے آراستہ ہونے کی ضرورت ہے بشرطیکہ وہاں غلبہ قدیم علوم ہی کا رہے تاکہ طلبہ کو عصری تقاضوں سے شناسائی حاصل ہو۔ اور وہ بہتر طریقے سے جدید معاشرے میں کام کرنے کے قابل ہوسکیں۔

O نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے راستے کی رکاوٹ؟

☆ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک طویل جدوجہد کر کے اور بے شمار قربانیوں کے بعد پاکستان حاصل کیا۔ جس کا مقصد وحید اس دھرتی پر نظام مصطفیٰ ﷺ کا عملی نفاذ تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کے دوران ایک سوال کے

جواب میں کہا تھا کہ...... میں کون ہوں آئین اور قانون دینے والا؟ پاکستان میں وہی قانون ہوگا جو آج سے چودہ سو سال قبل سرور کائنات ﷺ نے عطا فرمایا تھا...... دراصل قائداعظم کو زیادہ وقت نہ ملا اور ان کے بعد آنے والے حکمرانوں نے ریکارڈ سرد مہری کا ثبوت دیا دراصل بات ہے کہ۔

تو ہی نادان تھا چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی تھا

عیسائی یہود وہنود' برہمن' قادیانی وغیرہ اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں ایسے حالات میں ضروری ہے کہ علماء مشائخ متحد اور منظم ہوکر میدان عمل میں نکلیں اور طاغوتی وابلیسی قوتوں سے مقابلہ کریں انشاء اللہ دینی قوتوں کو کامیابی ہوگی اور دشمن اسلام کو رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگی۔

ہندو' یہودی' برہمن' عیسائی اور قادیانی نفاذ اسلام کے خلاف کوششیں جاری رکھتے ہیں

O محافل نعت کا فروغ اس وقت بڑی تیزی سے ہو رہا ہے بعض ناپسندیدہ روایات جاری ہوگئی ہیں آپ کا موقف؟

☆ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے قوالی نہیں سنی۔ ساز ومزامیر کو بھی پسند ہی نہیں کیا۔ شادی کی تقریبات میں جاتا ہی کم ہوں لیکن اگر کہیں چلا جاؤں اور یہ تجاوز وہاں دیکھوں تو فی الفور وہاں سے لوٹ آتا ہوں۔ جہاں تک محافل نعت کا تعلق ہے اسے فروغ دینے کی ضرورت ہے ہاں جو واقعی قباحتیں ہیں انہیں دور کیا جائے ضروری ہے کہ معیاری کلام پڑھا جائے۔ دکھاوا بناوٹ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی نعت ہائے مبارکہ اور اسی طرز کے پاکیزہ کلام پبلک کو سنائے جائیں تاکہ عقائد کی اصلاح بھی ہو اور تاثیر کی دولت بھی نصیب ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے ثناخوانوں کی خدمت کرتا ہے روپیہ پیسہ دیتا ہے تو اس سے کسی طبقے کو تکلیف بھی نہیں ہونی چاہیے۔

O پیغام؟

☆ قوم کو متحد ومنظم ہوکر آنے والے خطرات سے نمٹنے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہیے۔ خوف خدا اور حب رسول ﷺ اپنی علامت بنانا چاہیے اور اپنی ساری زندگی کا دائرہ یہی ہونا چاہیے۔

مسلک اولیاء کا حقیقی ترجمان

حضرت علامہ سائیں حافظ عبد الغفور قادری قدس سرہٗ

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

اسلام کا سچا خادم.......... مسلک اولیاء کا حقیقی ترجمان...... منبر و محراب کی زینت...... سماجی خدمت کا علامتی نشان...... خوف خدا اور عشق رسول ﷺ سے سرشار دل رکھنے والا عظیم انسان...... جو آج ہمارا موضوع گفتگو ہے اس کا آبائی تعلق اسی سرزمین سے ہے...... اس کا خمیر جوہر آباد شہر کے شمال مغرب میں واقع قدیم آبادی بولا شریف سے اٹھا...... وہ اپنے زمانے کے ایک نیک صالح فرزند اسلام حضرت حافظ سید رسول نقشبندی قدس سرہ کا فرزند دلبند تھا...... ہاں...... بچپن ہی میں اسے کتاب الٰہی کو دل میں سجانے کے لیے مختلف مدارس کی خاک چھاننا پڑی بچپن ہی میں اس کے عظیم باپ کو انگریز کے ایجنٹ نے خاک و خون میں نہلا دیا اس کا عظیم باپ تو اس دنیا سے سوئے جنت روانہ ہو گیا مگر وہ اپنا مشن مضبوط ہاتھوں میں دے کے گیا حافظ سید رسول شہید کے خون نے اس کے مشن کی آبیاری کی۔ اور ان کی دعاؤں کے ثمر میں پاکستان معرض وجود میں آ گیا قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اس بیدار بخت حافظ عبد الغفور نے علم دین حاصل کیا پھر وہ معرفت الٰہی کے حصول کی جستجو میں ملک بھر میں گھوما، پھرا۔ مگر اس کا یہ سفر، محبت کا سفر تھا عقیدت کا سفر تھا...... پیار اور الفت کا سفر تھا...... کہتے ہیں کہ سچی لگن انسان کو منزل آشنا کر ہی دیتی ہے ہمارے ممدوح حضرت علامہ حافظ پیر سائیں محمد عبد الغفور قادری قدس سرہٗ (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۸۷ء) کو بھی ان کی انتھک محنت، کمال شوق، حقیقی لگن اور اللہ کی رحمت نے اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامرانی سے نوازا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت علامہ حافظ عبد الغفور قادری قدس سرہ ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ جائے ولادت...... بولا شریف ہے...... اعوان خاندان کے چشم و چراغ

ہیں۔ والد گرامی کا نام حضرت حافظ سید رسول نقشبندی بن غلام نبی، بن غلام مہدی بن میاں اللہ داد نوری حضوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہے۔ آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ یہ علامہ اقبالؒ کی وفات کا سال تھا۔ ۱۹۳۸ء...... حفظ قرآن مجید میں آپ کے استاذ گرامی حضرت حافظ میاں محمد آف کنڈ (موجودہ ضلع خوشاب) تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے عہد کے عظیم اور اکابر اولیاء سے فیض حاصل ہوا ہے۔ حضرت غوث زماں، خواجۂ خواجگاں خواجہ غلام حسن پیر سواگ قدس سرہٗ العزیز ہمارے گھر بولا شریف، جلوہ افروز ہوئے۔ کیونکہ میرے والد گرامی انہی کے مرید صادق تھے۔ حضرت پیر سواگ ہمیشہ ان کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ اب کی بار گرمی کا موسم تھا حضرت پیر سواگ نے مجھ سے پوچھا تو کیا پڑھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ گیارھواں پارہ۔ فرمایا کوئی رکوع سناؤ، میں نے قرآن حکیم سے دوسرے پارے ایک کا رکوع تلاوت کیا اس وقت میری آواز بھی بہت اچھی تھی اور میں تجوید و قرآت کے اصول و ضوابط کے مطابق پڑھتا تھا حضرتؒ بے حد مسرور ہوئے۔ آم تناول فرما رہے تھے۔ اپنا آم مجھے عطا فرمایا، دعا دی اور پھر میرے والد گرامی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا میاں سید رسول! تیرا یہ بیٹا، حافظ، عالم او عارف بنے گا۔ کسی نے سچ کہا کہ۔

تقدیر بدلتی ہے بزرگوں کی نظر سے

۱۹۴۰ء میں حضرت حافظ عبد الغفور قادری قدس سرہٗ کے والد بزرگوار شہید ہوئے۔ اس وقت غدر کا زمانہ تھا۔ گویا آپ تحریک حریت کے اساسی اور ابتدائی شہدا میں سے ہیں حضرت سائیں عبد الغفور قادری قدس سرہٗ العزیز نے قطب العارفین حضرت پیر سید محمد عبد اللہ شاہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (قادر بخش شریف، کمالیہ) کے دست مبارک پر بیعت کی اور ان کے وصال کے بعد حضرت سراج الملت قطب العارفین حضرت سائیں خواجہ محمد سراج الدین قادری قدس سرہٗ العزیز کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی آپ نے تجدید بیعت دسمبر ۱۹۶۳ء میں کی۔ اور صرف ۱۳۳ دن کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ خلافت و اجازت عطا کرنے

سے قبل شیخ نے فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ کی امانت مدت سے میرے پاس ہے وہ سنبھال لو۔

آپ نے ساری زندگی اسلام کی سربلندی، مسلک اولیاء کی بالادستی، قوم کی اصلاح احوال اور راہنمائی میں صرف کر دی ۱۳ فروری ۱۹۵۱ء کو جوہر آباد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے جب اس وقت کے گورنر پنجاب، عاشق رسول نعت گو شاعر، نعت خوان جناب سردار عبدالرب نشتر یہاں تشریف لائے اور تقریب منعقد ہوئی۔ تو اس پروگرام میں بہت کم تعداد میں چند افراد نے شرکت کی کیوں نہ اس نئی آبادی میں اتنے ہی لوگ مدعو تھے۔ آپ بھی اپنے برادر عزیز اور راقم محمد محبوب الرسول قادری اور بھتیجے محمد نور کے والد گرامی ملک عبدالرسول صاحب قادری کے ہمراہ اس تقریب میں شریک تھے جوہر آباد شہر کے مولانا محمد علی رنگیلا اور بابائے جوہر آباد ملک شیر محمد ڈھڈی کے علاوہ چند حضرات ابھی تک بقید حیات ہیں، جن سے شہر کی تاریخ کو محفوظ کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

آپ نے ۶۱ سال کی عمر میں ۱۵ جنوری ۱۹۸۷ء کو رحلت فرمائی۔ اپنی تعمیر کردہ جامع مسجد سراج منیر قادریہ خوشن شریف سرگودھا کے جنوبی پہلو میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ طارق سلطانپوری نے آپ کا سن ولادت بحساب ابجد...... ''لمعۂ خورشید علم وتقویٰ'' (۱۹۲۷ء)...... اور ''عشق ومعرفت کا جہان'' (۱۳۴۶ھ)...... جبکہ سن وصال...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کمال حب ذوالجلال والاکرام''...... ''تابش منبع ذوق فقر'' (۱۹۸۷ء) ......اور ......''فروغ جہان نبی''...... ''اعزاز فیضان فقر'' (۱۴۰۷ھ)...... اخذ کیا ہے...... جبکہ طارق سلطانپوری نے آپ کی عمر شریف بحساب ہجری سال ۶۱ برس کے ابجد...... ''حب حبیب حجازی''...... اور بحساب عیسوی سال ۶۰ برس کے ابجد...... ''حب حبیب وحید''...... سے اخذ کیا۔

طارق سلطانپوری نے آپ کے قطعات وصال یوں موزوں کیے ہیں

(۱) قطعہ وصال بحساب سن ہجری

عمر کی اس نے بسر جہد فروغ خیر میں
زندگی اس کی کتاب عشق کا زریں ورق

اس کی تاریخ وصال، عون سروش غیب سے
یوں رقم کی میں نے طارق ''افتخار حزب حق''
(۱۴۰۷ھ)

(۲) قطعات وصال بحساب سن عیسوی

حافظ قرآن، علم و آگہی کا آفتاب
درد و سوز و عشق و مستی اس کے اجزائے خمیر
میں نے اے طارق کہا ہاتف کے لطف خاص سے
اس کا سال وصل ''خورشید آستیں ماہ منیر''
(۱۹۸۷ء)

آپ کے سجادہ نشین حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد شمس الضحیٰ قادری آپ کے مشن کو پوری آب وتاب سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ دارالعلوم سراج منیر قادریہ غفوریہ آپ کی عظیم یادگار ہے۔

وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں
انھیں کہیں سے بلاؤ، بڑا اندھیرا ہے

توبہ

گناہ، دینی حکم کے خلاف عمل کا نام ہے۔ جرم، حکومت کے حکم کے خلاف عمل کا نام ہے۔ گناہ کی سزا اللہ دیتا ہے اور جرم کی سزا حکومت۔ گناہ سے توبہ کر لی جائے تو اس کی سزا نہیں ہوتی، لیکن جرم کی معافی نہیں ہوتی۔ گناہ کی سزا آخرت میں اور جرم کی سزا اسی دنیا میں ہے۔ گناہوں کی سزا وہ حکومت دے سکتی ہے۔ جو حکومت الٰہیہ ہو۔ اگر توبہ کے بعد پھر گناہ سرزد ہو جائے تو پھر توبہ کر لینی چاہیے مطلب یہ کہ اگر موت آئے تو حالت گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔ توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ کبھی سرزد نہیں ہوتا اور نہ اس گناہ کی یاد باقی رہتی ہے۔ سچی توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے نوزائیدہ بچہ معصوم۔

عظیم مفکر و مجاہد

علامہ خلیل اشرف قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

وہ لوگ بڑے خوش بخت ہوتے ہیں جنہیں رب کریم دین کی تفہیم، عمل، خدمت اور تبلیغ و تشہیر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں فتاویٰ عالمگیری کے بعد فقہی انسائیکلوپیڈیا کے طور پر معروف زمانہ کتاب ''بہار شریعت'' کو ریکارڈ مقبولیت حاصل ہوئی۔ صاحب بہار شریعت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ کے چشم و چراغ اور اپنے عہد کے نامور عالم دین مولانا خلیل اشرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار بھی انہیں قدسی صفات ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے ساری زندگی دین کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سارے کمالات سے نوازا وہ بیک وقت ایک باعمل عالم دین، مفکر، مدرس، سیاستدان، سماجی شخصیت اور محب وطن رہنما کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ جماعت اہل سنت، جمعیت علمائے پاکستان، انجمن طلباء اسلام، ورلڈ اسلامک مشن اور دار العلوم مدرسہ فیض رضا ڈونگہ بونگہ کے لیے ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف تھا۔ وہ بدعقیدگی اور جہالت کے خلاف عملی جہاد کرنے والے قافلے کے سالار تھے مولانا خلیل اشرف قادری کی ولادت 1931ء میں ہندوستان میں یوپی کے علاقہ گھوسی، اعظم گڑھ میں ہوئی۔ والد گرامی عبد السبحان اور دادا جان حافظ خیر اللہ کی دعاؤں اور عملی تربیت نے اثر دکھایا اور آپ استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی علوم دینیہ سے آراستہ ہو گئے اور خدمت دین کے لیے بہاولنگر کے ایک چھوٹے سے قصبہ ڈونگہ بونگہ کو مستقل طور پر مستقر بنایا۔ وہ ایک درویش صفت اور صوفی منش امام مسجد تو تھے ہی لیکن ''آبلہ مسجد'' نہ تھے۔ ان کی سیاسی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مولانا خلیل اشرف قادری نے بہاولنگر میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحریک ختم نبوت کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام

دیں۔ عوام الناس کے اصلاح احوال سے لے کر طلبہ کی عملی اور فکری تربیت تک کا کام نہایت حکیمانہ انداز میں سرانجام دیتے تھے۔ علم دوستی اور ادب نوازی سے ان کا قلبی تعلق تھا۔ دین کے لیے ہمہ وقت مصروف جہد رہنا ان کا معمول تھا۔ وہ قادر الکلام خطیب بھی تھے۔ مہمان نوازی ان کا وصف تھا۔ عمدہ اخلاق اور للہیت و اخلاص نے انھیں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ مرحوم کو تصنیف و تالیف کا شوق ورثے میں ملا تھا۔ انھوں نے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے ضلع بہاولنگر کی تاریخ مرتب کی۔ اصلاحی موضوعات پر درجنوں رسالے مرتب کر کے شائع کیے اور ان کی مفت تقسیم کا انتظام کیا۔ مرحوم کے کئی مسودے ابھی تک تشنۂ اشاعت ہیں۔ نامور مصنف و مترجم علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے مطابق مولانا خلیل اشرف مرحوم نے ''تذکرہ علمائے اہلسنت'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی۔ مرحوم کے سینکڑوں شاگرد ملک کے طول و عرض میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ان کے فرزند اکبر مولانا محمد نعیم احمد ورلڈ اسلامک مشن کے ہیڈ آفس کراچی میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ فرزند اصغر مولانا صاحبزادہ شکیل احمد قادری اکبری جامعہ مسجد ڈونگہ بونگہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اپنے والد گرامی کے جاری رکھتے ہوئے دار العلوم جامعہ فیض رضا کے مہتمم بھی ہیں۔ حضرت مولانا خلیل اشرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب رحلت فرمائی تو دنیا بھر میں دینی، علمی، روحانی، سیاسی، سماجی حلقوں میں گہرا صدمہ اور بڑا دھچکا شدت سے محسوس کیا گیا۔ قائد اہلسنت مولانا الشاہ احمد نورانی نے مرحوم کی وفات کو دنیائے اہلسنت کے لیے بڑا نقصان قرار دیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل (ر) کے۔ ایم اظہر نے عہد ساز مصنف و ایک مدبر سیاستدان کی رحلت قرار دیا۔ مجاہد ملت مولانا عبد الستار نیازی تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مفتی غلام سرور قادری نامور علمائے اسلام شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ سید مظہر سعید کاظمی، علامہ سید حامد سعید کاظمی، مولانا عبد الوحید ربانی، پیر طریقت سلطان ریاض الحسن قادری قاری محمد زوار بہادر، محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری، جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد محب

اللہ نوری، پیر محمد اعجاز ہاشمی سمیت علماء مشائخ نے ان کی خدمات کو شاندار الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ گو حضرت علامہ خلیل اشرف قادری آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ لیکن ان کا کام جاری ہے ان کا نام زندہ ہے اور انشاء اللہ ان کا کام ہمیشہ ان کے نام کو روشن و زندہ رکھے گا۔ مرحوم کی کتابیں اور ان کا دارالعلوم مرحوم کے لیے مستقل صدقہ جاریہ بھی ہے اور بہترین یادگار بھی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے فرزندان کو انھی کی طرح خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے ان کی قبر کو روشن و منور کرے اور پاکستان کو ان کے خوابوں کی تعبیر عطا کرتے ہوئے نظام مصطفیٰ ﷺ کی بہار دکھائے۔

ویراں ہے میکدہ، خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

میں

میں ایک فرد ہوں مجھ سے ملتوں کا ظہور
حقیقتوں کو جنم دینے والا خواب ہوں میں
ورق ورق میری نظروں میں کائنات کا ہے
کہ دست غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں
در عطا پہ ہوں میں آخری سوال مگر
اسی سوال کا اک آخری جواب ہوں میں
کسی نظر میں علامت ہوں خود پسندی کی
کسی نگاہ میں اک ذرۂ تراب ہوں میں

(وارث علی وارث)

جنوبی پنجاب میں اپنے عہد کے نامور عالم دین، محقق، دانشور، سیاست دان، خطیب اور عظیم روحانی شخصیت حضرت علامہ مولانا خلیل اشرف قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں انوار رضا کا

آئندہ شمارہ **خلیل العلماء نمبر** ...... ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

ہمیں قارئین محترم خصوصاً علماء مشائخ، شعراء کرام اور صاحبان قلم و قرطاس سے اس نمبر کے لیے اپنی نگارشات 15 فروری 2002ء سے پہلے پہلے ارسال کرنے کی اپیل ہے۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں کے علاوہ جملہ خوش عقیدہ اصحاب ثروت اس نمبر کے لیے اشتہارات بھی دیں اور اشتہارات اور خریداری کے لیے زر تعاون ایڈوانس ارسال کرنا ضروری ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق کاپیاں حاصل کرنے کے لیے آرڈر بھی ارسال کریں۔

ملک محبوب الرسول قادری مدیر مجلہ "انوار رضا"
198/4 جوہر آباد (41200) فون: 0454-721787-042-7594003

نوٹ

اس سلسلہ میں حضرت علامہ کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ محمد شکیل قادری سے مدرسہ فیض رضا ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر کے پتہ پر بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

فروغ فکر رضا

تحریر: مولانا صاجزادہ شکیل احمد قادری رضوی

جب توہین خدا وانبیاء واولیاء کے بھیانک شعلے عقیدے وعقیدت کے شاداب گلستاں کو جھلسا رہے تھے۔ اہل ورد بدعقیدگی، گستاخی رسول اور توہین اولیاء کے ان بھیانک بگولوں سے اس لہلہاتے چمن کو جلتا، جھلستا اور اجڑتا ہوا دیکھ رہے تھے جبہ ودستار رکھنے والے، بڑے بڑے القابات وخطابات والے کہ جن میں کوئی بھی شیخ الکل سے کم نہ تھا، بدعقیدگی اور گستاخی رسول کی اس وہابیت زدہ لہر میں بہہ گئے تھے۔

جب نواب سراج الدولہ کے بیباک نعرے اس فضائے بسیط میں گم ہو گئے تھے...... علامہ فضل حق خیر آبادی کے نعرہ حق کی گونج ختم ہو رہی تھی...... ناامیدیوں کا سیلاب بڑھتا چلا آ رہا تھا ...... مایوسیوں کی گھٹائیں چھا رہی تھیں...... مولویوں کا ایک گروہ انگریزوں سے دوستی اور ہندؤوں سے برادرانہ تعلقات کو راہ نجات سمجھ رہا تھا، اس پر ہیبت ماحول میں بھی اہل حق کا ایک قافلہ، اہل علم کا ایک جم غفیر مسلمانوں کو اس شیطانی یلغار سے بچانے کے لیے اس برصغیر میں سرگرم عمل تھا، لیکن وہابیت کا یہ طوفان بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

ایسے میں باد بہاری کا ایک خنک جھونکا، ابر رحمت کا ایک خوشگوار سایہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے روپ میں ہویدا ہوا۔ اور پھر حق گوئی وبیباکی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

برصغیر پاک وہند کی عظیم علمی نابغہ روزگار شخصیت کہ جس نے دلوں میں عشق رسول کی ٹمٹماتی ہوئی شمع کو جلا بخشی...... جس نے بھٹکنے والوں کو راہ حق پر چلایا...... جس نے امت مصطفیٰ ﷺ کو آداب عشق مصطفیٰ ﷺ کے قرینے سکھائے...... جس نے گستاخان رسول کے چہروں سے منافقت کی نقابیں نوچ ڈالیں...... جس نے راہ حق میں اپنوں اور بیگانوں کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی...... جس نے زبان وقلم سے اپنے رسول معظم ﷺ سے عشق ومحبت کا درس دیا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کہ جس نے وہ عظیم علمی وفکری انقلاب برپا کیا جو برصغیر کی تاریخ میں آج تک کوئی بھی نہیں کر سکا...... وہ امام احمد رضا کہ جس نے قیامت تک کے لیے ہر گستاخ خدا وانبیاء واولیاء کو دلائل قاطعہ سے جواب دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا وہ امام احمد رضا کہ جس نے چودہ سو سالہ نظام خانقاہی کو ہر قسم کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ومامون کر دیا...... آسمان علم وحکمت کا وہ درخشاں ستارہ جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں چاہے وہ معاشی ہو، معاشرتی ہو، سماجی ہو، علمی ہو، سائنسی ہو، غرضیکہ طب، ریاضی، علم نجوم، علم جعفر، علم ہیئت غرضیکہ زندگی کے سبھی شعبوں میں امت مسلمہ کی شریعت مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ، جو ایک بلند پایہ ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے............ تاریخ ساز انشاء پرداز بھی تھے............ مفکر، محدث، مفسر، اور ایک بلند پایہ فقیہہ بھی تھے............ مجدد بھی تھے............ مصلح امت بھی تھے............ پیر طریقت اور رہبر شریعت بھی تھے............ مگر سب سے بڑھ کر وہ عاشق رسول ﷺ تھے۔

امام احمد رضا، علوم وفنون کے ایک کوہ گراں تھے...... آپ کو باون علوم وفنون پر مکمل عبور حاصل تھا...... وہ امام احمد رضا، جس نے قرآن مجید کا ایسا شستہ اور بے غبار ترجمہ پیش کیا کہ جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے...... وہ امام احمد رضا جس نے عشق مصطفیٰ ﷺ، ناموس مصطفیٰ ﷺ، عظمت اور مقام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرداگرد دلائل وبراہین کی ایک ایسی فصیل کھینچ دی کہ جس سے گستاخان رسول صبح قیامت تک سر ٹکراتے پھریں گے۔

عقائد ومعمولات اہل سنت مثلاً میلاد، فاتحہ، قبر پر اذان، عرس، تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے جواز میں دلائل وبراہین کے وہ ہتھیار علماء اہل سنت کو مہیا فرمائے ہیں کہ جس کے زخم نجدیت ووہابیت کے جسم پر قیامت تک ہرے رہیں گے۔ تحقیق وتدقیق، علم وفضل کے اس بحر بیکراں، عظیم عبقری شخصیت کو دنیا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے۔ جس کے علم وفضل کی تعریف اپنے تو اپنے بیگانوں نے بھی کی۔

جس کے علم وفضل کے دلدادہ عرب وعجم کے مشاہیر بھی ہیں۔

مگر برصغیر کی اس مظلوم اور عبقری شخصیت سے بیگانوں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے جو سلوک روا رکھا ہے وہ کسی طرح بھی تحسین کے قابل نہیں۔ علماء اہل سنت، عوام اہل سنت کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شخصیت، آپ کے علم وفضل اور آپ کی دین متین کے سلسلہ میں خدمات کا تعارف کرانے میں بالکل ناکام رہے ہیں۔ آج امام احمد رضا کا جتنا بھی نام ہے اس میں خود ان کی ذات کی کشش اور خدمات کا دخل ہے۔ مخالفین نے امام رضا اور فکر رضا کے متعلق جو منظم اور بھرپور مہم چلا رکھی ہے، ہماری نوجوان نسل نے اس کے اثرات کو کسی حد تک قبول کر لیا ہے۔ نتیجتاً نوجوان نسل گمراہی و بدعقیدگی کے گڑھے میں گر رہی ہے۔

دکھ کی بات یہ ہے کہ ہمارے علماء وصلحاء آنے والے بھیانک خطرات سے باخبر ہونے کے باوجود کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے اپنے اپنے مسکنوں میں گھسے ہوئے ہیں۔ وہ امام احمد رضا جس نے اپنا تن من دھن ناموس رسالت ﷺ پر قربان کر دیا مگر اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت پر آنچ تک نہیں آنے دی، اس امام احمد رضا کے مشن سے ہمارا یہ سلوک؟؟؟ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں وہ کیسا کٹھن اور مشکل دور تھا جب امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے حق کا جھنڈا بلند کیا وہ کیسے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات تھے کہ امام احمد رضا بڑی بڑی مخالفت کے باوجود اپنے مؤقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔

یہ وہ دور تھا جب ہندو مسلم بھائی بھائی کا زور وشور سے پرچار ہو رہا تھا...... ہندوؤں کی دوستی میں مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے سے منع کیا جا رہا تھا...... منبر رسول ﷺ پر ہندوؤں کو بٹھایا جا رہا تھا نعرہ تکبیر کے ساتھ بھارت ماتا اور گاندھی جی کی جے کا راگ الاپا جا رہا تھا...... وطن اور قومیت پہلے اور "ایمان، بعد میں" کا شور بلند ہو رہا تھا ..... کانگریسی مولویوں اور دیوبند کے مقدسین پر گاندھی کی مکار سیاست مسلط ہو چکی تھی..... ایسے خوفناک اور لرزا دینے والے پرفتن دور

میں ایک امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہی تھی کہ جنھوں نے پوری جرأت و بے باکی کے ساتھ ان نام نہاد مقدسین کا بھرم کھولا اور اس مرد حق نے نہایت پامردی اور جاں فروشی کے ساتھ اپنے خلاف اٹھنے والے ہر طوفان کو تو برداشت کیا، مگر عظمت مصطفیٰ ﷺ، ناموس مصطفیٰ ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ پر آنچ نہیں آنے دی۔

میری ملت کے غیور جوانو! ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے خلاف امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ساری عمر قلم سے جہاد کیا وہ کون لوگ تھے۔ ان کا عقیدہ کیا تھا، ان کا نظریہ اور فلسفہ کیا تھا کہ وہ فکر رضا سے ایک کلمہ، ایک قرآن، ایک رسول ﷺ ہونے کے باوجود متصادم ہوئے۔ سنیے اور دھیان سے سنیے۔

یہ شقی القلب وہ لوگ تھے جنھوں نے حرم محترم میں خون کی ندیاں بہائیں...... شہدائے بدر واحد کے مزارات کو مسمار کر دیا...... نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے ولادت پر گھوڑے باندھے...... حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لخت جگر حسنین کریمین کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کو پامال کر دیا...... برصغیر میں ہندوؤں سے بھائی چارہ کر کے اسلامی تشخص کو روندا...... امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ کھڑا کیا...... حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا...... نماز میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال آ جانے کو گھوڑے، گدھے کے خیال کے آ جانے سے بدتر کہا...... میلاد رسول ﷺ کو کنہیا کے جنم دن سے تشبیہ دی...... رسول اکرم ﷺ کو بڑا بھائی اور نمبردار کہا...... خاتم النبیین ﷺ کے معنوں میں تحریف کی...... حضور اکرم ﷺ کے علم کو حیوانوں، بچوں اور پاگلوں کے علم کے برابر کہا...... منبر رسول ﷺ پر ہندوؤں کو بٹھا کر تقریریں کرائیں...... اور جنھوں نے مسجدوں پر کانگریسی جھنڈے لہرائے۔

امام اہل سنت نے ان سب کا محاسبہ کیا اور اپنی زندگی کا ایک ایک پل باطل نظریات کی سرکوبی میں صرف کر دیا۔

یہی وہ عوامل تھے کہ امام احمد رضا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت کی محافظت کے لیے سربکف میدان میں دیوانہ وار آ کھڑے ہوئے، ہر گستاخ رسول کو اور شریعت مصطفیٰ ﷺ میں رخنہ اندازی کرنے والے کو، دندان شکن جواب دیا۔ جس سے بڑے بڑے جبہ و دستار تار تار ہو گئے اور ان کی تقدیس کا تار و پود امام اہل سنت نے عین چوراہے میں بکھیر دیا اور اب انشاء اللہ وہ صبح قیامت تک نہیں سمٹ سکتا کیونکہ یہ رضا کے نیزے کی مار ہے۔

یہی وجہ تھی کہ دیوبندیوں اور وہابیوں نے مل کر یہ مہم کچھ ایسے منظم طریقہ سے چلائی کہ میلاد صلوٰۃ وسلام، فاتحہ وغیرہ وغیرہ سب حرام، شرک و بدعت ہیں اور تاثر یہ دیا کہ نجدیت اور اہل سنت میں اختلاف کی یہ اصل وجوہات نہیں ہیں اور اپنے اس پروپیگنڈہ میں کسی حد تک وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

اصل اختلاف کی یہ وجوہات نہیں ہیں بلکہ یہ سب پروپیگنڈہ اصل مسئلہ کو چھپانے کے لیے کیا جارہا ہے اختلاف کی اصل وجہ توہین خدا اور گستاخی رسول ﷺ معظم ہیں۔

اس کائنات رنگ و بو میں ذکر اللہ کے بعد سب سے بڑا ذکر اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ یہ کائنات آپ ﷺ ہی کے صدقہ میں وجود پذیر ہوئی۔ آپ ﷺ ہی وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ اس کائنات میں سب سے افضل واکرم اور شان والی ہستی خود حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہے۔ جس کی بارگاہ کے آداب خود رب پاک اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمائے۔ جس کے دربار میں آنے جانے اٹھنے بیٹھنے اور پکارنے کے آداب رب کریم خود ارشاد فرمائے، جس کے شہر کی قسم کھائے جس کی تعظیم و توقیر کا ہمیں حکم دے۔ جس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے۔ جس کے ذکر کو اپنا ذکر فرمائے۔ جس کو اللہ خود رؤف الرحیم کہے، جس کو رحمۃ للعالمین فرمائے۔ جس کی توہین کو ایمان وعبادات کے لیے زہر قاتل قرار دے۔ جس کی ایذا کو خود کو ایذا پہنچانا فرمائے۔ جس کی بلندی، برگزیدگی، رفعت و شان کو رب پاک خود بیان فرمائے اس ہستی کے مقام کا اندازہ میں اور آپ ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود پھر جو اسی عظیم ہستی کی شان مبارک میں زبان درازی کرے، ان کے علوم پر طعن و تشنیع کرے، ان کے اختیارات و کمالات کا انکار کرے، کیا ایسے لوگوں کو روکنا واجب ہے یا نہیں؟ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں رحمہ اللہ علیہ نے بس یہی فریضہ سرانجام دیا تھا۔ اور پھر آپ کے خلاف وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوا کہ الامان والحفیظ، 80 سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے باوجود وہ طوفان آج بھی جاری ہے۔ نجدیت و دیوبندیت کی توپوں کا رخ آج بھی امام احمد رضا اور ان کے پیروکاروں کی طرف ہے۔

سوال صرف اتنا ہے کہ جب ہندوؤں کی دوستی میں گائے کے ذبح کرنے کو منع کیا جارہا تھا...... رسول اکرم ﷺ کی عظمت اور ناموس مصطفیٰ ﷺ پر انگلیاں دراز کی جارہی تھیں۔ ایسے حالات میں امام احمد رضا کیا کرتے۔؟

کوئی بھی اہل دانش، وسیع النظر شخص یہی کہے گا کہ امام احمد رضا کو وہی کچھ کرنا چاہیے تھا جو کچھ انھوں نے کیا، یہ ان کا شرعی فرض تھا جو انھوں نے سرانجام دیا۔ اگر یہ سب کچھ مخالفین کی نظروں میں بھی صحیح تھا جیسا کہ مولوی مرتضیٰ حسین در بھنگی نے اپنی کتاب ''اشد العذاب'' میں اعتراف کیا ہے تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ میں اہل علم کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں۔

یہ سب کچھ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ آپ نے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا ہو گا کہ مخالف مکتبہ فکر کے لوگ ایسے تمام تر وسائل کو منظم اور بھرپور انداز میں استعمال کرتے ہوئے مسلک اہلسنت پر حملہ آور ہیں، ان کی تمام تر توانائیاں فکر رضا کو ملیامیٹ کرنے پر خرچ ہو رہی ہیں، چاہے وہ دیوبندی ہو، وہابی ہو، لشکر طیبہ ہو یا جیش محمد، اہل سنت کی دشمنی میں یہ سب ایک ہیں۔ ان کے جلسے، کانفرنسیں، سیمینار وغیرہ میں ان سب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس ملک سے مسلک اہل سنت جن کو عرف عام میں بریلوی کہا جاتا ہے کو ختم کر دیا جائے۔ ان کی کوشش ہے کہ مزارات اولیاء کو منہدم کر دیا جائے۔ درود وسلام کو بند کر دیا جائے۔ میلاد پاک اور جشن ولادت کے جلوس کو طاقت کے زور پر ختم کر دیا جائے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مساجد، مدارس، اسکول، کالجز

وغیرہ میں ایسے لٹریچر کی بھر مار ہو رہی ہے۔ جن کو نماز پڑھنے کا پتا نہیں بلکہ استنجا تک کے مسائل میں وہ بے خبر ہیں وہ لوگ تیجہ، چالیسواں، عرس، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، نور بشر، حاضر ناظر اور دیگر مسائل پر بحث کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بخاری و مسلم کا ترجمہ پڑھ کر بیس رکعت تراویح، رفع یدین وغیرہ مسائل کے بارہ میں ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرتے پھر رہے ہیں۔ ایسے پر آشوب ماحول میں جبکہ ہماری مساجد کے اکثر خطیب و ائمہ حضرات یا تو علم سے کورے ہیں یا ان میں تو اتنی جرأت نہیں کہ وہ ان کو جواب دے سکیں۔ یہ میڈیا کا دور ہے اور نوجوان نسل میڈیا سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ ہم لٹریچر کے معاملہ میں دوسرے مکاتیب فکر سے کہیں زیادہ پیچھے ہیں۔ ہم سوئے ہوئے ہیں جبکہ یہ بیدار ہونے کا وقت ہے اور اگر اب بھی سوئے رہے اور وقت کی آواز پر لبیک نہ کہا تو پھر خاکم بدہن ملک سے واقعی فکر رضا کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا، اور ہمارے پیران عظام کے مزارات کو پامال کر دیا جائے گا۔

ائمہ اہل سنت اور خطباء اہل سنت سے گذارش ہے کہ خدارا تن آسانی چھوڑ دیں، اپنے اپنے حجروں سے باہر نکلیں، نوجوان نسل سے بھاگیں نا، بلکہ ان کی رہنمائی کریں۔ ان کو گمراہی میں غرق ہونے سے بچائیں منبر رسول ﷺ جو تقاضا کرتا ہے اس کو پورا کریں، اپنے علم میں اضافہ کریں۔ روٹی کو چھٹکارا کن سمجھنا چھوڑ دیں اور جہاد کو ہی چھٹکارا کن عملاً قبول فرمائیں۔ وگرنہ کل قیامت کے روز سر محشر اگر شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پوچھ کہ اے وارث منبر جب اندھی آندھیاں چل رہی تھیں، میری عظمت پر انگلیاں اٹھ رہی تھیں، میرے دین میں نئی نئی راہیں نکالی جا رہی تھیں، تو اس وقت تم نے کیا کیا، سوچ لیں کے پھر داور محشر کو آپ کیا جواب دیں گے۔؟؟؟

اٹھیں اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لیے کچھ کر جائیں تا کہ یہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اس سے فتنوں سے بھرپور دور میں فکر رضا کے خلاف جو سازشیں جنم لے رہی ہیں وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ایک منظم طریقہ سے ہمارے جوانوں کو دیوبندیت اور وہابیت کے جال میں تبلیغ اور جہاد کے نام پر پھنسایا جا رہا ہے، اپنے باطل نظریات کا پرچار کر کے ہزاروں عاشقان رسول ﷺ کے دلوں سے عشق رسول ﷺ کی شمع کو گل کر دیا گیا ہے...... ہزاروں

نوجوانوں کے دلوں سے بزرگان دین سے محبت و عقیدت کو ختم کر دیا گیا ہے...... نوجوانوں کے دلوں میں درود و سلام، میلاد، فاتحہ وغیرہ کے خلاف نفرت پیدا کر دی گئی ہے...... شان مصطفیٰ ﷺ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کو مذہبوں سے کھرچ دیا گیا ہے آداب مصطفیٰ ﷺ، احترام مصطفیٰ ﷺ کا باغی بنا ڈالا گیا ہے، ہماری نوجوان نسل علماء سے چڑ ہے تقلید کو فضول گردانتے ہیں، نئی نسل اسلام کو زندگی کے لیے ایک شکنجہ سمجھتی ہے۔

سوچیۓ کہ جن مدارس و مساجد میں رسول اکرم ﷺ کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر کہا جاتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہا جاتا ہو درود و سلام کو کفر و شرک کہا جاتا ہو بزرگان عظام کے مزارات کو شرک کے اڈے کہا جاتا ہو، اور جہاں ایسے ہی بے شمار افکار و عقائد کی تعلیم و تلقین کی جاتی ہو، کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے بچے وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ایسے بچوں کے والدین سے میں سوال کرتا ہوں۔ کہ ایسے مدارس و مساجد میں پڑھنے کے بعد کیا ان کے دلوں میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے دیپ جلیں گے؟ کیا ان کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی حرارت باقی رہے گی؟ کیا عظمت اولیاء سے ان کی آنکھیں روشن ہوں گی؟ ایسے ماحول میں پڑھنے والا بچہ عاشق رسول ﷺ بنے گا یا گستاخ رسول؟ کل قیامت کے روز اس کا نام غلام مصطفیٰ ﷺ میں ہو گا یا غدار مصطفیٰ میں؟ ہم سب سر محشر، اور محشر کو جواب دہ ہیں تو آیئے عقائد اہل سنت بالفاظ دگر فکر رضا کے لیے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور اپنی نوجوان نسل کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔

اب میں خصوصاً ائمہ اور خطباء حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو قرض نہیں بلکہ فرض سمجھ کر ادا کریں وہ قومیں ہمیشہ تباہ و برباد کر دی جاتی ہیں جو غفلت اور تن آسانی کو اپنا شعار بنا لیتی ہیں۔ ہم بدلتے حالات سے چشم پوشی نہیں سکتے، ہمارے خلاف تمام مخالف قوتیں ایک بار پھر متحد ہو گئی ہیں اور ہمارے عقائد و نظریات کو پامال کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ کاش! اس مختصر تحریر میں اتنی گنجائش ہوتی کہ میں ان تمام جماعتوں کا تجزیہ کر سکتا جو آج فکر رضا کے سامنے صف آرا ہیں۔ مختلف ذریعوں اور طریقوں سے آپ کی نظریاتی سرحدیں پامال کی جا رہی ہیں۔ لہٰذا اگر ہم بحیثیت سنی زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں وقت کے تقاضوں کو سمجھنا ہو گا، ہمیں ان کے ہر اقدام کا جواب دینا ہو گا۔

تھل کے صحرا میں علم و معرفت کا ساقی

حضرت میاں سلطان اکبر قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

خدائے علیم و خبیر نے مختلف طبیعتوں اور مزاج کے ساتھ انسان کی تخلیق فرمائی۔ اور پھر گرد و پیش کے ماحول اور حوادث زمانہ نے بھی معاشرتی سطح پر خوب خوب اپنا رنگ جمایا۔ اسی دنیا میں ظالم و جابر، نیک اور بد، بدکردار اور صالح، اچھے اور برے، دلیر اور بزدل، کنجوس اور سخی، عظیم و ذلیل، مومن و کافر پیدا ہوئے۔ ہر فرعون کے لیے موسیٰ اور یزید کے لیے حسین کو بھیجا گیا۔ معاشرتی بگاڑ کی کیفیات کو دیکھ کر ان کی اصلاح کے لیے اہتمام کیا گیا اور رب العزت نے اپنے چنیدہ افراد کے ذریعے مخلوق کی اصلاح کی طرف دستگیری فرمائی...... پنجاب کے علاقہ تھل میں انسانیت کی رشد و ہدایت اور معرفت الٰہی کا نور پھیلانے کے لیے ایک درویش صفت، سراپا ایثار، نیک دل اور اعلیٰ کردار کی حامل عظیم المرتبت شخصیت حضرت میاں سلطان اکبر قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی جدوجہد بھی ناقابل فراموش ہے۔ یہ بزرگ صفت ہستی اسلاف کی عظیم یادگار تھی۔ تذکرۃ الصالحین کے مطابق آپ کا سن ولادت ۱۹۰۳ء بنتا ہے۔ والد گرامی کا نام میاں شاہ ولی اللہ ہے۔ موجودہ ضلع خوشاب کے مردم خیز خطہ چھپڑ شریف (وادی سون) میں ولادت ہوئی۔ قرآن مجید یہیں حفظ کیا۔ (اس خطہ میں یہ خصوصیت ہے کہ اس وقت اس گاؤں میں رہنے والے ہر فرد کے تمام بیٹے اور بیٹیاں قرآن پاک کے حافظ ہوا کرتے تھے) آٹھ سال کی عمر میں والدین کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ تذکرۃ الصالحین میں آپ کا حلیہ یوں مرقوم ہے کہ......... آپ کا قد مبارک دراز، رنگ گندمی اور بدن چھریرا تھا۔ نہایت سادہ لباس پہنتے اور خوبصورت پگڑی باندھتے۔ داڑھی مبارک پر مہندی لگاتے۔ آپ کو سفید لباس بہت پسند تھا۔ آپ کی خوراک نہایت سادہ تھی۔ گھر میں تشریف فرما ہوتے یا کسی عقیدت مند کے ہاں، تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے۔

روحانی اشارے پر علاقہ تھل (میانوالی) کے ایک گاؤں بالا پہنچے۔ یہاں آپ کے والد گرامی

حضرت میاں شاہ ولی اللہ کے مریدین و عقیدت مندوں کی خاصی تعداد تھی۔ آپ نے یہاں آکر ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ مسجد کی بنیاد کا واقعہ بھی خاصا دلچسپ اور عجیب ہے کہ جس جگہ مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا یہ تین افراد کی ملکیت تھی۔ اور تینوں نے الگ الگ شرائط پیش کیں کہ میری شادی من پسند کے مطابق ہو جائے تو جگہ مسجد کے لیے وقف کر دوں گا...... میری اولاد نہیں مل جائے، تو جگہ مسجد کے لیے وقف کر دوں گا...... وغیرہ...... آپ نے دعا فرمائی اور خالق ارض و سما نے قبول کی۔ ان کی حاجات پوری ہوئیں اور انھوں نے جگہ، بخوشی مسجد کے لیے وقف کر دی۔ ارادت مندوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ہر وقت آپ کے گرد عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ انھیں اتباع شریعت کی تلقین فرماتے نماز، روزہ کی تبلیغ آپ کا معمول تھا۔ آپ کی بیعت اور خلافت، پنجاب کی عظیم بزرگ ہستی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پاک سے تھی لیکن ارادت و عقیدت اور آمد و رفت کا سلسلہ گولڑہ شریف میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ ان کا یہ تعلق بھی ان کے عشق رسول ﷺ کا پتہ دیتا ہے۔ سفر حج کے دوران سجادہ نشین گولڑہ شریف حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ گولڑوی المعروف حضرت بابوجی سرکار رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعارف و ملاقات کا موقع ملا۔ پھر دیار حبیب ﷺ میں ان ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور پھر شہر حبیب پاک ﷺ کی سنگت کا احساس ساری زندگی دامن گیر رہا۔

اونٹ سواروں کے ایک قافلہ کے ہمراہ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ کے شیخ طریقت حضرت سلطان نور احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے بہت محبت و شفقت کا رویہ رکھتے تھے۔ ملاقات کے وقت آپ کے شیخ طریقت مصافحہ و معانقہ کے علاوہ آپ کی پیشانی کو بوسہ بھی دیتے۔ ایک مرتبہ مزار باہو رحمہ اللہ تعالیٰ سے باہر نکلے تو پیر کامل نے آپ کے کندھے کو چوما، پوچھنے پر فرمایا کہ...... میں نے اس کندھے کا بوسہ اس لیے لیا ہے کہ میں نے میاں سلطان اکبر کے کندھے پر حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دیکھا ہے...... تاجدار گولڑہ کے نور نظر حضرت بابوجی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ بعض عاقبت نااندیش، حاسد لوگوں نے آپ کے خلاف گولڑہ شریف خطوط لکھے۔ کسی ایک نے کھل کر اس حد تک لکھ دیا کہ آپ میاں سلطان اکبر سے اس قدر محبت فرماتے ہیں۔ حالانکہ وہ بالا شریف کے سجادہ نشین نہیں ہیں...... اس کے جواب میں حضرت بابوجی گولڑوی نے ارشاد فرمایا کہ...... میں ان سے (میاں سلطان اکبر

ہے) سجادہ نشین سمجھ کر محبت نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنا دوست سمجھ کر محبت کرتا ہوں اور میری ان کی مدینہ شریف سے دوستی ہے...... (اس نوع کے خطوط آج بھی بالا شریف میں محفوظ ہیں) اللہ اکبر.............

اس سے حضرت گولڑوی اور حضرت میاں صاحب کی باہمی محبت کا پتہ بھی چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی محبت کا اصل مرجع اور مرکز حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ۔

کتنی قومیں وجود میں آئیں
دہر میں خشک و تر کے رشتے سے
ہم نے بنیاد دوستی رکھی
یاد خیر البشر ﷺ کے رشتے سے

۱۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو حضرت گولڑوی ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام اپنے خصوصی مکتوب میں لکھا۔.......... آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے ایک خواب آیا۔ وہ اب یاد تو نہیں رہا مگر اتنا یاد ہے کہ اپنے حضرت رضی اللہ عنہ (سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کو دیکھا اور آپ (میاں سلطان اکبر) سامنے آئے تو آپ نے مجھے کہا کہ مجھے (حضرت کی خدمت میں) پیش کرو۔ میں نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت مہربانی سے آپ کو یاد فرمایا اور ملے جس سے مجھے بھی بہت خوشی ہوئی۔ اس وقت خیال تھا کہ یہ خواب لکھوں گا مگر فرصت نہ ملی۔ اب وہ پورا خواب تو یاد نہیں مگر خلاصہ لکھ دیا۔........... ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔ ...... آپ کے تشریف لے جانے کے بعد دل پر نہایت سخت اثر ہوا آپ کی یاد ہمیشہ رہتی ہے۔ قوالی کے وقت آپ یاد آتے ہیں۔ آپ جیسی پر خلوص شخصیت کی جدائی نہیں بھاتی .... اسی طرح حضرت گولڑوی ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور خط میں فرماتے ہیں کہ...... آپ کی یاد ہر وقت رہتی ہے بظاہر اگرچہ دور ہوں مگر دل سے ہر وقت آپ کے پاس رہتا ہوں۔ آپ کی سب سے بڑی خدمت اور مہربانی یہ ہے کہ آپ دعا کیا کریں۔ یہ آپ کا اپنا گھر ہے جس وقت چاہیں تشریف لا سکتے ہیں......

حضرت میاں سلطان اکبر قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت عابد اور زاہد شخصیت کے مالک تھے۔ شب بیداری، تہجد، ذکر الٰہی، تلاوت کلام مجید، ذکر "اللہ ھو" اور وعظ و نصیحت آپ کا معمول تھا۔ ہر روز پانچ

پارے کلام پاک تلاوت کرتے اور آخری عمر تک آپ کا یہی معمول رہا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لیے قبر بنوائی تھی۔ اس کے اندر بیٹھتے اور تلاوت کلام پاک کرتے رہتے یہ آپ کی فکر آخرت کی ایک زندہ مثال ہے۔ ایک مرتبہ بھکر سے کوئی رئیس شخص آیا اور اس نے تکبر بھری گفتگو کی۔ حضرت چپکے سے اٹھے اور اسے پکڑ کر اپنے لیے بنوائی گئی قبر کے کنارے لے گئے اور فرمایا کہ...... تکبر نہ کر تیرا اصل ٹھکانہ یہ ہے۔ اپنی آخرت کی فکر کر اور عذاب قبر کا خوف رکھ کیونکہ یہ عظیم امتحان ہے.......... آپ کی تعلیم سے متاثر ہو کر سینکڑوں افراد نے توبہ کی اور صراط مستقیم کو اپنا کر صالح زندگی کا آغاز کیا۔ آپ کے دو صاحبزادے اور چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت میاں محمد حیات رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت میاں علی اکبر قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مشن کو جاری رکھا۔ جو لوگ دعا اور دم وغیرہ کے لیے حاضر ہوتے آپ دعا بھی فرماتے، دم بھی کرتے اور ساتھ ساتھ نماز کی پابندی کی تلقین بھی فرماتے تھے۔

آپ نے ۱۵ جنوری ۱۹۷۳ کو رحلت فرمائی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس وقت حضرت صاحبزادہ میاں غلام صفدر گولڑوی آپ کے جانشین ہیں اور چھوٹے بیٹے صاحبزادہ غلام سرور درویش ان کے معاون ہیں۔ دونوں صاحبزادگان علم دوست بھی ہیں اور خدمت دین کا جذبہ بھی رکھتے ہیں آستانہ عالیہ پر ایک درس گاہ بھی قائم ہے۔ مسجد کی آبادی پر بھی توجہ رکھتے ہیں اور سالانہ عرس مبارک پر ملک کے مقتدر علماء کرام کو خصوصیت کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی جہاں کہیں دینی خدمت ممکن ہو سر انجام دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ آپکے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے آستانہ پر سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ میاں غلام صفدر گولڑوی کو آپ کے نقش قدم پر چلنے اور مخلوق خدا کو خالق کائنات کی معرفت کی طرف متوجہ کرنے کی توفیق بخشے.............. (آمین)

میں کہ اک برباد ہوں آباد رکھتا ہے مجھے
دیر تک اسم محمد ﷺ شاد رکھتا ہے مجھے

فروغ اسم محمد ﷺ ہو بستیوں میں منیر
قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو (منیر نیازی)

خورشید عصر کا نوحہ

صاجزادہ سید خورشید احمد گیلانی طویل علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ء بمطابق ۵ جون ۲۰۰۱ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ان کے انتقال پر پوری قوم نے شدید دھچکا محسوس کیا اور واقعی ان کے اٹھ جانے سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہمارے بزرگ دوست محترم عبد القیوم طارق سلطانپوری نے حضرت صاجزادہ سید خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سال وصال ''خیر خواہ'' ۱۴۲۲ھ...... ''افتخار علم'' ۱۴۲۲ھ...... ''شان جہان خطابت'' ۱۴۲۲ھ...... ''خورشید افق تفکر'' ۲۰۰۱ء ...... عمر شریف: ۴۵ سال بہ الفاظ ''زیب طیبہ'' سے اخذ کیا جبکہ قطعہ تاریخ سال وصال یوں موزوں کیا۔

۱۔ لکھے اس نے مضامیں فکر انگیز قلم تھا واقعی اس کا گہر بار
۲۔ وہ منّاد و مبلغ راستی کا نقیب حق تھا وہ مرد نکوکار
۳۔ محرک عظمت دین نبی کا وہ تھا احیائے ملت کا علم دار
۴۔ نگاہ حق نگر اس کو عطا کی اسے بخشا خدا نے قلب بیدار
۵۔ وہ حسن محفل رشد و ہدایت معارف آشنا، دانائے اسرار
۶۔ کتابیں اس نے کیں تحریک ایسی ہے جن کا قابل تحسین معیار
۷۔ بلند اس کا خطابت میں بھی پایہ حسین و دلپذیر اسلوب اظہار
۸۔ وہ بے شک آفتاب آگہی تھا بہ نزد و دور پہنچے جس کے انوار
۹۔ ''قلم برداشتہ'' جو لکھ رہا تھا نہیں ہے آج ہم میں وہ قلم کار
۱۰۔ بڑا صبر آزمایہ سانحہ ہے ہیں دل برداشتہ اس کے وادار
۱۱۔ ہے فردوس بریں میں بزم آرا وہ خوب انساں بحکم رب غفار
۱۲۔ جو ہے میلاد کا دن مصطفیٰ کا وہی ہے یوم وصل آں خوش اطوار
۱۳۔ نہیں ہے وہ فراموش ہونے والا اسے زندہ رکھیں گے اس کے آثار
۱۴۔ خدایا اس کی تربت ہو معنبر الٰہی اس کا مرقد ہو پر انوار
۱۵۔ سن رحلت کہا طارق نے اس کا بہ صد رنج والم ''خورشید افکار'' (۱۴۲۲ھ)

امام بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ، محسن قوم

حضرت سلطان العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ہستی پوری قوم کی عظیم محسن تھی اور انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک منٹ اللہ تعالیٰ کا دین پڑھانے کے لئے وقف کر رکھا تھا خدا نے ان کے ذریعے اپنے دین کا فیض، اپنی مخلوق میں خوب خوب منتقل فرمایا، ان کی رحلت سے ان کا فیض ختم نہیں ہوا بلکہ مسلسل جاری ہے اور دنیا بھر میں ان کے شاگرد، ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے مصروف عمل ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے علما ان کے شاگرد تھے کہ اب آپ کے شاگردوں کے بھی ہزاروں شاگرد خدمت دین میں مصروف ہیں۔

عزیز محترم ملک محبوب الرسول قادری کو میں، مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پہلے ضخیم کتاب ''استاذ العلماء'' شائع کی اور اب انہوں نے ''انوار رضا'' میں حضرت صاحب کی شخصیت پر ''گوشہ خاص'' مختص کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں کامیابیاں اور سرفرازیاں عطا فرمائے آمین۔ ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

فقیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی۔
آستانہ عالیہ راوی ریان شریف

حضرت انسان............اپنا آپ پہچان

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

خدا وند عالم کی شان خلاقی نے گلشن کائنات کو وہ رنگینیاں بخشی ہیں کہ ایک ایک ذرے پر نگاہ جم کر رہ جاتی ہے، پتہ پتہ رنگیں اور بوٹا بوٹا حسین! رنگ جدا جدا اور خوشبو الگ الگ، ہر نظارہ اتنا دلکش کہ آنکھ جھپکنا گوارا نہیں اور ہر منظر اس قدر مسحور کن کہ نظر ہٹانا ممکن نہیں، آسمان کی وسعت، پہاڑوں کی صلابت، سمندر کی طغیانی، بادلوں کی سائبانی، شیر کی دھاڑ، ہاتھی کی چنگھاڑ، قمری کا نغمہ، طوطی کا لہجہ، گلاب کی نفاست، موتیے کی طراوت، کلی کی چٹک، پھول کی مہک، قوس و قزح کی معصومیت، شبنم کی طہارت، سورج کی تمازت، چاند کی برودت، تاروں کی بہار، کہکشاں کی قطار، صبح کی تازگی، شام کی نیرنگی، طوفان کی جولانی، سیلاب کی سرگردانی، باد صبا کا جھونکا، بجلی کا کوندا، شہر کا ہجوم، دیہات کا سکون، ارسطو کی فرزانگی، قیس کی دیوانگی، خوبصورت چہرے، تھکے تھکے لہجے، چشم غزالاں، تبسم نونہالاں، پیچ و تاب رازی، سوز و ساز رومی، حسن بندہ نواز، عشق بے نیاز، بنارس کی صبح، اودھ کی شام، یورپ کا غرور عقل، ایشیا کا سرور عشق، پاکبازان خداپرست، قدح خواران سرمست، کوہساروں کا سلسلہ طولانی، آبشاروں کی روانی، قامت کی پھبن، لہجے کی تھکن، گیسو کی شکن اور خوشبوئے بدن نجانے کیا کیا بجلیاں ہیں جو قدرت نے اس آشیانہ کائنات میں بھر دی ہیں۔

اسی دنیائے ہوش ربا میں ایک انسان کا وجود بھی ہے جو اگرچہ آسمان سے بلند اور صحرا سے وسیع نہیں سمندر سے گہرا اور پہاڑوں سے اونچا نہیں، حیوان کی طرح سخت کیش اور جنوں کی مانند حیرت انگیز نہیں حد یہ کہ فرشتوں کی سی معصومیت بھی اسے حاصل نہیں، بایں ہمہ جب امانت الٰہی کا بار اٹھانے کی نوبت آئی تو آسمان کی وسعتیں جواب دے گئیں، پہاڑوں کی دیو قامتی چپ سادھ گئی، زمین کا گرم سینہ ٹھنڈا پڑ

گیا، جنات کی پھرتیاں بے بس ہو گئیں، چیتے کی لپک ٹھٹھر گئی، شیر کی جھپٹ ماند پڑ گئی، سورج کا پھیلاؤ سکڑ کر رہ گیا، طوفان اپنی جولانیاں بھلا بیٹھے، حتیٰ کہ فرشتوں کا شیوہ اطاعت اور پندار عصمت ادھر ادھر دیکھنے لگا، تو اس وقت یہی انسان تھا کمزور اور ناتواں انسان، مرکب خطاء و نسیان انسان جسے ظالم کہا گیا، جسے جاہل گردانا گیا، جسے نادان بتلایا گیا، جسے جھگڑالو اور عجلت پسند کا نام دیا گیا، آگے بڑھا اور بول اٹھا۔

اس سینہ میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکر صفات، ذات رکھ لی میں نے
ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی، تیری بات رکھ لی میں نے

امانت الٰہی کا بوجھ بالآخر اسی ضعیف البنیان انسان نے ہنسی خوشی اٹھا لیا بلاشبہ فرشتہ ہونا بڑی بات ہے، سدرۃ المنتہیٰ پر رہنا بڑا اعزاز ہے، ہمہ وقت مصروف ذکر رہنا بڑی نعمت ہے، ہر لحہ حکم الٰہی کی تعمیل بڑی سعادت ہے، ہر ساعت اس کے حضور میں ہونا بڑی خوش بختی ہے، آفاق کی وسعتوں میں گم رہنا بڑی کرامت ہے، پلک جھپکتی دیر میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دینا بہت باعث حیرت ہے، مادی آلائشوں سے پاک ہونا اللہ کی بڑی رحمت ہے، اور بارگاہ الٰہی میں پل پل کی باریابی اس کی بڑی عنائت ہے، لیکن یہ بھی تو دیکھا جائے، کہ فرشتوں کی کوئی مجبوری اور کمزوری ایسی ہے جو ان کا دامن کھینچ سکے؟ ان کی توجہ ہٹا سکے؟ ان کی یکسوئی میں خلل انداز ہو سکے! ان کی محویت توڑ سکے؟ ہرگز نہیں، اور ادھر انسان، رشتوں کے بندھن، کاروبار کی الجھن، حسن کی حشر سامانیوں، عشق کی قہرمانیوں، جلووں کی آویزش اور مفادات کی آزمائش میں ڈوبا ہوا ہے، پھر بھی اس کی پیشانی دن رات میں کئی بار سجود بے اختیار سے آشنا ہوتی ہے، اس کے لبوں پر ذکر الٰہی کا نغمہ تھرکتا ہے، اس کی آنکھ خوف خدا سے پر نم اور اس کا دل یاد الٰہی میں سرگرم ہوتا ہے کمال یہ نہیں کہ آنکھ بند ہو اور نظاروں سے پرہیز برتا جائے بلکہ کرامت تو یہ ہے کہ نگاہ میں منظروں کا ہجوم ہو

لیکن پتلی میں عکس رخ پروردگار ہو ، یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ سماعت کی طاقت نہ ہو اور کوئی نغموں سے گریز کرے ، بڑی بات تو یہ ہے ، کہ کانوں کے ایک ایک پردے میں سروں کا سمندر موجزن ہو لیکن ساز سماعت نغمہ زبور کے لئے وقف ہو ، یہ کیا ہوا کہ سینے میں دل نہیں اور جذبات سے پاک ہونے کا دعوی کیا جائے اصل بات تو یہ ہے کہ دل میں ہر دم حسن و عشق کا تلاطم برپا ہو پھر بھی دل کا ہر گوشہ حسن حقیقی کا آئینہ خانہ ہو۔

کمال اس شہ زور عقاب کا نہیں جو پہاڑوں میں رہ کر اپنے خشک پروں پر اتراتا پھرے ، کمال تو اس کمزور مرغابی کا ہے جو چوبیس گھنٹے پانی میں غوطہ زن رہتی ہے لیکن اپنے پروں میں پانی کا ایک قطرہ جذب نہیں ہونے دیتی ، غور طلب بات یہ ہے کہ فرشتوں کا مسکن ملاء اعلیٰ اور انسان اس پاپی دنیا کا باشندہ ، وہاں گناہ ناممکن اور یہاں گناہ عین ممکن ، وہاں کی فضا تقدس آمیز اور یہاں کا ماحول جذبات انگیز ، وہاں اطاعت میں مسابقت اور یہاں رقابت ہی رقابت ، وہاں نظروں کے سامنے عرش بریں اور یہاں نگاہوں میں خاک زمین ، وہاں تسبیح و اذکار اور یہاں مار دھاڑ ، وہاں نوریوں کا رنگ اور یہاں پاپیوں کا سنگ ، اس سب کے باوجود اسی دھرتی پر حضرت مریم ؑ کی عصمت ، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عفت ، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی استقامت اور رابعہ بصری ؒ کی ولایت کے نقوش ابھرے ہیں ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صداقت ، عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت ، عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت نے اپنا رنگ جمایا ہے ، انسانوں ہی سے بلال حبشی رضی اللہ عنہ اٹھے جس کے استقبال کو حوران جنت دیدہ و دل فرش راہ نظر آتی ہیں ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ نکلے ہیں جو نبوی مصلے پر امام بن کر کھڑے ہوئے ، اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول خدا ﷺ سے ملاقات نہ کر کے بھی آپ کے کرتے کی خوشبو سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔
فرشتوں کو بھوک لگے اور نہ پیاس ، ان کی روٹی یاد الٰہی اور ان کا پانی ذکر الٰہی ، مگر انسان بھوکا بھی ہو اور پیاسا بھی ، مگر کربلا میں وہ حسین رضی اللہ عنہ اور علی اصغر رضی اللہ عنہ بن کر اپنا آپ دکھاتا ہے اور ہر حال میں اپنے رب کی رضا دیکھتا ہے۔

فرشتوں کی اولاد نہیں ، انہیں کیا معلوم کہ جگر گوشے کی مسکراہٹ میں کیا قیامت اور جوان بیٹے کے شباب میں کتنی طاقت ہوتی ہے مگر وہ انسان ہی ہے جو ابراہیم خلیل اللہ بن کر اپنے بیٹے کی گردن پر محض خوشنودی رب کے لئے چھری رکھ دیتا ہے اور بول اٹھتا ہے مولا! یہ تو تیرے حکم کی تعمیل ہو گئی اور کوئی متاع عزیز بتا جو تیری بارگاہ میں نذر کر دوں؟

فرشتوں کو اپنی دنیا میں کسی فرعون ، نمرود ، قارون ، ہامان ، شداد ، یزید ، چنگیز ، ہلاکو سے واسطہ نہیں پڑتا وہ انسان ہی ہے جو ضعیف ، کمزور اور ناتواں ہونے کے باوصف اپنے پروردگار کے لئے نمرود کے الاؤ میں کود پڑتا ہے ، کبھی فرعون کے سامنے دریا میں اتر جاتا ہے ، کبھی قارون کے مقابلے میں غیرت فقر کا تحفظ کرتا ہے ، کبھی یزید کے مدمقابل وادی نینوا کو میدان کربلا بنا دیتا ہے ، اور کبھی انگریز کی چوکھٹ پر سر رکھنے کے بجائے پھانسی کے پھندے کو چوم آتا ہے ، اپنا ہنستا بستا گھر اجاڑ کر جزائر انڈیمان کو جا آباد کرتا ہے۔

آج کا انسان بدقسمتی سے اسرار خودی اور رموز بیخودی سے ناآشنا ہو کر رہ گیا ہے ، ورنہ خدا نے تو اسے احسن تقویم کے قالب میں ڈھال کر خلافت و نیابت الٰہی کا مستحق بنا دیا ، اس کارگہ ہستی میں بعض لوگ چاہتے ہوں گے کہ ہم فرشتے بن جائیں ، ان کی اس آرزو کی تکمیل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ آنکھ نہ ہو ، کان نہ ہوں ، وہ جذبات سے عاری اور مفادات سے خالی ہوں ، آویزش حسن اور کشمکش عشق نہ ہو ، نگاہوں کا الکاؤ اور دل کا گھاؤ نہ ہو ، سینے میں تپش اور جگر میں سوزش نہ ہو ، ایسے میں فرشتہ بننا کون سا مشکل ہے؟ مگر یہ سب کچھ ہو پھر بھی دنیا کے طنابیں ہاتھ سے نکلنے نہ پائیں تو انسان فرشتے سے بہتر قرار پاتا ہے۔

اصل مزہ بھی یہی ہے کہ پیشانی ایک اور سنگ در کئی ہوں مگر ماتھا رب کی چوکھٹ پر رہے دل ایک ہو اور الکاؤ کے سامان ہزاروں ہوں مگر وہ صرف اپنے پروردگار کے لئے وقف رہے آنکھ کی تپلی ایک ہو اور نظارے قطار اندر قطار ، مگر نگاہ جم کر رہ جائے رضائے

خدا اور رخ مصطفےٰ پر ، اور یہی انسان کا حقیقی اعزاز و افتخار ہے کہ وہ ہزار دام سے ایک جنبش میں نکل آئے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات حضرت انسان ترنگ میں آ کر کہہ اٹھتا ہے کہ مجھے صرف جنت کی ہوائیں مطلوب نہیں ، حوریں اور ان کے جلوے درکار نہیں ، باغ بہشت اور اس کے نظارے مقصود نہیں ، میں دنیا میں جنت کی ہواؤں کے مقابلے میں بدر و احد کے تھپیڑے کھا کر آیا ہوں ، رنگ و نور کے دریا عبور کر کے آیا ہوں نظاروں کی کہکشاں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں ، میں نے بڑا امتحان پاس کیا ہے ، ایک بڑے وعدے کی تکمیل کر کے آیا ہوں ، امانت الٰہی کا بار اٹھانے کا وعدہ کیا تھا اسے ایفاء کر چکا ہوں اگر فرشتے اس آزمائش میں ڈالے جاتے تو اپنی معصومیت بھول جاتے اس لئے مجھے محض فردوس بریں کا دلاسہ نہ دیا جائے بلکہ قرب خدا کا انعام ارزاں کیا جائے کہ میں اس کا حقدار ہوں۔

اک سجدۂ خلوص کی قیمت فضائے خلد
یا رب! نہ کر مذاق مری بندگی کے ساتھ

❀❀❀

امام اعظم اور علم کی قدر

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حماد نے جب پڑھنا شروع کیا اور ان کے استاد نے سورۂ فاتحہ ختم کرائی تو امام اعظم علیہ الرحمتہ نے ان کو ایک ہزار درہم نذر کیے۔ معلم نے امام سے کہا کہ...... میں نے کون سا بڑا کام کیا ہے کہ آپ اتنی بڑی رقم مجھے دے رہے ہیں؟...... امام اعظم نے جواب دیا...... تم نے میرے بچے کو علم سکھایا ہے ...... اللہ کی قسم! اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی تو وہ بھی بلا تامل آپ کو دیتا۔ کیونکہ میں جو دولت آپ کو دے رہا ہوں وہ بالآخر ختم ہو جائے گی اور جو دولت آپ میرے بیٹے کو دے رہے وہ صرف باقی ہی نہیں رہے گی بلکہ بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

شارح بخاری حضرت مولانا غلام رسول رضوی کی رحلت

دنیائے اسلام کے نامور مفسر قرآن اور عظیم محدث حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی قادری شارح بخاری طویل علالت کے بعد فیصل آباد میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر تقریباً ۸۲ سال تھی۔ ان کی ولادت ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء (۱۳۳۸ھ) کو امرتسر کے نواحی گاؤں پسیا میں ہوئی۔ والد گرامی چودھری نبی بخش، جٹ واہلہ خاندان کے سربراہ تھے۔ ابتدائی کتب امرتسر ہی میں پڑھیں اور پھر جامعہ فقیہیہ اچھرہ لاہور میں صدر المدرسین استاذ العلماء مولانا ملک عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا مہر محمد اچھروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ زمانہ طالب علمی ہی میں تدریس شروع فرمائی اور تقریباً پون صدی تک خدمت دین متین میں مصروف و مگن رہے قرآن کی تفسیر "تفہیم القرآن" اور بخاری شریف کی شرح "تفہیم البخاری" کے علاوہ ان کے سینکڑوں شاگردان کی عظیم یادگار ہیں رب کریم ان کی قبر کو روشن و منور اور ٹھنڈا کرے اور جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے۔

مرحوم کے نماز جنازہ میں ہزاروں علماء مشائخ اور عوام اہلسنت نے سوگوار شرکت کی فن تاریخ گوئی کے نامور اور قادر الکلام شاعر محترم المقام عبدالقیوم خان طارق سلطانپوری جو نے قطعات تاریخ، سال وصال (۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ء) مرتب کیے ہیں ملاحظہ ہوں انھوں نے...... "گلبن فضیلت ۱۴۲۲ھ"...... "ہمہ حب حبیب، رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ" ۱۴۲۲ھ...... "اوج بزم فیضان رضا" ۲۰۰۱ء...... اور...... "باب عظمت فقاہت" ۲۰۰۱ء...... سے سن وصال نکالا ہے...... مجلہ "انوار رضا" کے لیے انھوں نے ہمیں دو قطعات وصال عطا کیے ہیں سو ان کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہیں......(محبوب قادری)

(۱)

دل حکمت مآب کا مالک عارف و صاحب نگاہ عمیق
آل مسعود مصطفیٰ کا محب وہ ادب دان مرتضیٰ و عتیق
خدمت دین پاک احمد کی اس کو وافر خدا نے دی توفیق

قول اس کا عمل سے ہم آہنگ　تھی ہمیشہ زبان دل کی رفیق
سہل تھے، وہ فہیم جس کے لیے　شرعی، فقہی معاملات دقیق
نطق و گفتار پر معارف سے　اس کی تحریر فیض بخش و انیق
فہم اسلام کے لیے اس نے　خوب و نادر کتابیں کیں تخلیق
اس کی تاریخ وصل ہے طارق　''ماہ علم و تدبر و تحقیق'' ۱۴۲۲ھ

(۲)

بے بدل و عالم و عارف محقق بے مثال　حلم وبصیرت کا جمال، علم وفقاہت کا کمال
میں نے آواز سروش غیب طارق یوں سنی　''افتخارعلم'' ہے حضرت کی تاریخ وصال
(۱۴۲۲ھ)

''انوار رضا'' کا ''مولانا نیازی نمبر''

فن تاریخ گوئی میں نامور اور قادر الکلام شاعر محترم طارق سلطانپوری نے۔ مجلّہ ''انوار رضا'' جوہر آباد کے ''مولانا نیازی نمبر'' (جون ۲۰۰۱ء......۱۴۲۲ھ) کی اشاعت اور اس کے ۴۰۳ صفحات کو بہ الفاظ ابجد تحسین و آفرین کے جس انداز میں ملاحظہ فرمایا آپ بھی دیکھیے...... ''آن بزم حرم''...... ''مجلس صفا''............ ''ماہ حسن عمل''............... ''درد، سوز، آزادی''............ ''عالم آزادگان کا جلوہ''..................

انھوں نے قطعۂ تاریخ (سال طباعت) یوں موزوں فرمایا۔ قطعۂ تاریخ (سال طباعت)

ہوا، و احسرتا پنہاں تہ خاک　درخشاں گوہر دامان ملت
مثال اپنی وہ تھا لاریب خود ہی　نیازیؒ، پیکر جہد و جسارت
یہ ''انوار رضا'' کا خاص نمبر　نیازیؒ کی عیاں ہے جس سے عظمت
بہت کم وقت میں اس کو نکالا　ملک محبوب نے کی خوب محنت
عقیدت ہے اسے مردان حق سے　یہ ہے اس امر کی بین شہادت
اسے چاہیں گے مولانا کے مشتاق　سراہیں گے اسے عشاق حضرت
''حق آگاہی'' سے اس نمبر کی تاریخ　کہی ہے ''حسن تاریخ عزیمت''
۱۴۵
۱۴۵+۱۸۵۶=۲۰۰۱ء

''حسن تاریخ عزیمت'' اعلیٰ حضرت بریلویؒ کا مادۂ تاریخ سال وصال بھی ہے۔
۱۸۵۶ء

اخبار اہلسنت

تازہ بہ تازہ

مرتبہ: صوفی حافظ محمد یوسف قادری

''نذر مجاہد ملت'' طباعت کے لیے تیار ہے

مورخ اہلسنت مجاہد اسلام جناب برادر محمد صادق قصوری ہمارے نہایت مخلص، مخلص، حق گو اور ثقہ لکھاریوں میں سے ایک ہیں حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بجا طور پر سند خیال کئے جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے اس موضوع پر نصف درجن سے زیادہ نہایت محققانہ اور مفید کتب مرتب فرمائیں جن میں ''مجاہد ملت'' جلد اول جلد دوم، مکاتیب مجاہد ملت، خطبات مجاہد ملت خوب مقبول ہوئیں اب کی مرتبہ ہمارے معزز قارئین کو جو خوشخبری سنائی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ برادر محترم محمد صادق قصوری نے حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی ہی میں، زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی سرکردہ شخصیات سے رابطے کرکے بڑی محنت کے ساتھ مولانا موصوف علیہ الرحمہ کے متعلق تاثرات جمع کیے اور اس بہت ہی مفید کام کو انھوں نے ''نذر مجاہد ملت'' کا نام دیا مگر افسوس کہ مولانا مرحوم کی زندگی میں یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکی اب قصوری صاحب اس کا مسودہ ''انوار رضا'' کے سپرد کردیا۔ اب یہ کتاب طباعت کے لیے تیار ہے۔ حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارادت مندان، اشاعتی ادارے اور دیگر صاحب ثروت حضرات میں سے اگر کوئی اس کتاب کو شائع کرنا چاہے تو رابطہ کرکے معاملات طے فرمالے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انشاء اللہ حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ''انوار رضا'' کا دوسرا خصوصی نمبر شائع کرکے تین سو سے زائد صفحات کی اس کتاب کو اس کی زینت بنادیا جائے گا۔

محترم محمد صادق قصوری کی اس موضوع پر عمدہ اور گراں قدر خدمات کے اعتراف میں ''انوار رضا'' ان کی خدمت ''ماہر نیازیات'' کا لقب اور اعزاز پیش کرتا ہے۔

قاضی انعام اللہ جلالی کو مبارک باد

جمعیت علماء پاکستان ضلع سرگودھا کے صدر اور نوجوان عالم دین مولانا قاضی محمد انعام اللہ جلالی ماہنامہ "معارف الملک" کے چیف ایڈیٹر مقرر ہو گئے اور انھوں نے گذشتہ چند ماہ سے اپنے اخبار کو مخصوص نہج پر شائع کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور انداز میں استعمال شروع کر دیا ہے۔ ہم ان کی کامیابی کے لیے دعا گو اور ان کے اس صحافتی سفر کے کامیابی سے آغاز پر انھیں دلی طور پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

نواز کھرل اور راجہ نسیم حیدر کو مبارک باد

نامور صحافی، ادیب، کمپیئر اور مقرر رائے محمد نواز کھرل ایڈیٹر "اخبار اہلسنت" لاہور 9 نومبر 2001ء کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے ان کی شادی کی تقریبات ان کے آبائی گاؤں بکھڑا، لاہور روڈ چنیوٹ میں نہایت پروقار طریقے سے منعقد ہوئیں جن میں برادر احمد عبد الرزاق ساجد، صاحبزادہ پیر فضل الرحمان اوکاڑوی اشرفی، ملک محبوب الرسول قادری استاذ القراء قاری محمد انیس نعیمی، نوجوان شاعر اور صحافی محمد اسلم سعیدی، نامور ادیب اور قانون دان رائے محمد کمال اور نوجوان صحافی تجمل گرمانی سمیت زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سرکردہ افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

دریں اثناء انجمن طلباء اسلام کے سابق ضلعی ناظم اور سرگرم دینی کارکن راجہ محمد نسیم حیدر کی شادی خانہ آبادی ان کے آبائی گاؤں کٹھہ سگھرال راولپنڈی روڈ ضلع خوشاب میں بخیر و خوبی سرانجام پائی۔ شادی کی تقریبات میں موصوف کے دوست احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی مدیر اعلیٰ "انوار رضا" عدم اطلاع کے سبب خود تو شرکت نہ کر سکے تاہم چیف ایگزیکٹو حکیم مفتی آصف محمود نے شرکت کی اور انھیں مبارکباد پیش کی۔

مولانا اختر حسین چشتی کے لیے دعائے صحت کی اپیل

جوہرآباد کے مرکزی خطیب محترم مولانا محمد اختر حسین چشتی ان دنوں علیل ہیں ادارہ

"انوار رضا" ان کی کامل صحت یابی کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہے اور اپنے معزز قارئین سے بھی ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل کرتا ہے۔

"سوئے حجاز" پڑھیے

اسلام کی ہمہ گیر اور آفاقی دعوت کا ترجمان ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور گذشتہ سات سال سے شائع ہو رہا ہے جس میں دینی، علمی، تحقیقی مضامین ملک کی مقتدر شخصیات کے انٹرویوز، قرآن و حدیث کی روشنی میں مسائل دین، تازہ کتب پر حقیقت پسندانہ تبصرے اور عصری حوالے سے مثبت آراء شائع کی جاتی ہیں سالانہ رکنیت فیس مبلغ ایک سو روپیہ ماہنامہ "سوئے حجاز" ا۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور کے ایڈریس پر ارسال فرما کر پورا سال گھر بیٹھے اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ٹیلی فونک رابطہ کے لیے نمبر: 042-7594003

"جہان رضا" کا مطالعہ

نامور عالم دین، مترجم، محقق، دانشور اور خطیب علامہ الحاج پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ "جہان رضا" کے حصول کے لیے شائقین سالانہ ایک سو میں روپیہ۔ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

سنی ڈائریکٹری آخری مرحلہ میں داخل

کنز الایمان سوسائٹی کے صدر اور ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور کے چیف ایڈیٹر جناب برادر محمد نعیم طاہر رضوی کے مطابق "سنی ڈائریکٹری" آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے اور عنقریب چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے شائقین دنیا بھر کے سنی بھائیوں سے متعارف ہونے کے لیے محمد نعیم طاہر رضوی چیف ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان، اختر رضا لائبریری، دہلی روڈ۔ لاہور چھاؤنی لاہور کے پتہ پر رابطہ کریں۔

فون نمبر: 6680752-7469718

"آواز اہلسنت" آپ کا اپنا اخبار

مولانا نقیب احمد چشتی فاضل بھیرہ شریف ایک باصلاحیت عالم دین اور جوشیلے دینی کارکن ہیں ان کی زیرادارت گجرات سے ماہنامہ "آواز اہلسنت" کی اشاعت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ یہ آپ کا اپنا اخبار ہے۔ اس کے مستقل اور باقاعدہ مطالعہ کے لیے 8۔سی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور کے ایڈریس پر مولانا نقیب احمد چشتی سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اشتہارات، مراسلات، مضامین، تصاویر اور خبروں کی ترسیل کے لیے بھی یہی ایڈریس نوٹ فرمائیے۔

ملک غلام محمد اعوان انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یونین کونسل کھوڑہ وادی سون سیکسر سے معزز شخصیت ملک غلام محمد اعوان 6 رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۲ نومبر ۲۰۰۱ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے جوہر آباد میں انتقال کر گئے ان کی نماز جنازہ جوہر آباد کے مرکزی خطیب مولانا محمد اختر حسین چشتی گولڑوی نے جنازگاہ قبرستان حضرات بادشاہان رحمہم اللہ تعالیٰ میں پڑھائی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی خوشگوار اور حیران کن امر یہ ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں کلمہ شریف درود پاک قرآن کریم کی تلاوت ایصال ثواب کیا گیا خیال کیا جارہا ہے کہ نماز جنازہ کا یہ اجتماع کھوڑہ میں گذشتہ نصف صدی کے چند بڑے اجتماعات میں سے ایک تھا مرحوم نے دو فرزندان عبدالجبار اور عمار یاسر کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیوہ سوگوار چھوڑی ہے۔ بزم انوار رضا کے بانی صدر ملک محبوب الرسول قادری نے مرحوم کی رحلت پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور مرحوم کے گھر جا کر اپنے ہمدم دیرینہ عمار یاسر اعوان سے تعزیت، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی اس موقع پر ملک محمد شعیب اعوان، پروفیسر محمد مسعود احمد، رنظامی، مجلہ "انوار رضا" کے سرکولیشن انچارج مولانا حافظ محمد یوسف قادری بھی موجود تھے۔

ملک محمد فاروق اعوان کے آنگن میں پھول کھلا

"انوار رضا" کی مجلس مشاورت کے رکن ملک محمد فاروق اعوان کو اللہ تعالیٰ نے چاند جیسا فرزند (۳ نومبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ بروز ہفتہ) عطا فرمایا جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے نومولود کا نام "محمد فواد علی" تجویز کیا اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مبارکباد پیش کی۔

"مولانا نیازی نمبر" جلدی حاصل کرلیں

مجلہ "انوار رضا" کے مولانا نیازی نمبر کی صرف چند کاپیاں موجود ہیں خواہش مند حضرات ایک سو روپیہ فی کاپی کے حساب سے پیشگی رقم بھیجوا کر جلد از جلد منگوالیں مفت خورے حضرات سے پیشگی معذرت

نعیم اقبال نوری سے اظہار تعزیت

جوہر آباد کے نواحی تاریخی دیہات بولا شریف سے عزیزم مولانا محمد نعیم نوری گولڑوی کے ماموں جان دوست محمد پٹواری انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ہم مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا گو اور پسماندگان سے تعزیت گذار ہیں۔

حاجی محمد سرفراز جوئیہ کے لیے خراج تحسین

انجمن تاجران جوہر آباد کے صدر اور ممتاز سماجی شخصیت مرحوم حاجی محمد سرفراز جوئیہ کی اعلیٰ سماجی، سیاسی اور دینی خدمات کے اعتراف میں بزم انوار رضا کے بانی صدر ملک محبوب الرسول قادری نے ایک ایصال ثواب کی محفل کا اہتمام کیا جس میں مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کی گئی اور مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

تاریخ جوہر آباد

تاریخ ہمارا قومی ورثہ ہے "تاریخ جوہر آباد" کا جو کام ہو رہا تھا احباب کے مشورے پر

اسے "ضلع خوشاب" تک پھیلا دیا گیا ہے۔ ضلع خوشاب میں علاقہ مہاڑ، تھل اور کدھی کے تمام باشعور باسیوں سے التماس ہے کہ وہ اپنی تاریخ محفوظ کرنے کے لیے تعاون فرمائیں۔ تاکہ جلد از جلد اردو زبان میں ضلع خوشاب کی تاریخ منصہ شہود پر آ سکے۔

محبوب قادری 198/4 جوہر آباد (41200) فون نمبر: 0454-721787

مولانا عبدالستار خان نیازی میموریل سوسائٹی کا قیام

لاہور (سٹی رپورٹر) تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور تحریک ختم نبوت کے ہیرو مجاہد ملت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی کے افکار، تعلیمات اور مشن کے فروغ اور ان کی شاندار دینی، قومی اور ملی خدمات کے اعتراف میں "مولانا عبدالستار خان نیازی میموریل سوسائٹی" قائم کر دی گئی ہے۔ سید ارشاد احمد عارف کو سوسائٹی کا سرپرست اعلیٰ، عمران حسین چودھری کو صدر، محمد نواز کھرل کو سیکرٹری جنرل، ملک محبوب الرسول قادری کو نائب صدر، محمد اسلم سعیدی کو سیکرٹری اطلاعات، حافظ محمد یعقوب فریدی کو جوائنٹ سیکرٹری، قاری محمد علی قادری کو رابطہ سیکرٹری، مولانا قاری احمد یار چدھڑ کو سیکرٹری مالیات اور حسن علی ٹیپو کو چیف آرگنائزر بنایا گیا ہے۔ جبکہ مجلس مشاورت میں علامہ سید ریاض حسین شاہ، حاجی محمد حنیف طیب، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، پیر امین الحسنات شاہ، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ، صاحبزادہ عبدالمالک، محقق العصر مفتی محمد خان قادری، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، قاضی مصطفیٰ کامل، گل محمد فیضی، صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی شامل ہوں گے۔ سوسائٹی کے صدر عمران چودھری نے بتایا کہ پاکستان کے علاوہ مختلف ممالک میں مولانا نیازی کی یاد میں کانفرنسیں، سیمینارز اور مذاکرے منعقد کئے جائیں گے اور مولانا نیازی کی خدمات اور تعلیمات پر مبنی لٹریچر شائع کیا جائے گا۔ انھوں نے اعلان کیا کہ مولانا نیازی کی یاد میں سالانہ ایوارڈ کا بھی اجرا کیا جائے گا۔ یہ ایوارڈ ہر سال دین کی بے لوث خدمت کرنے والی کسی اہم شخصیت کو دیا جائے گا۔ عمران چودھری نے بتایا کہ پہلی سالانہ انٹرنیشنل مجاہد ملت کانفرنس اپریل 2002ء میں ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہوگی۔ لاہور میں مولانا عبدالستار خان نیازی میموریل لائبریری بھی قائم کی جائے گی۔

جوہر آباد پریس کلب کے انتخابات

رپورٹ: مفتی آصف محمود قادری

جوہر آباد پریس کلب کے انتخابات مکمل ہو گئے انتخابی عمل میں جوہر آباد کے 33 صحافیوں نے حصہ لیا اور اتفاق رائے سے درج ذیل عہدے داروں کو اگلے تین سال کی مدت کے لیے منتخب کر لیا گیا صدر حافظ خان محمد مائل (نیوز) سینئر نائب صدر ریاض صدیق ملک (نوائے وقت) نائب صدر محمد ارشد بھٹہ (خبریں) جنرل سیکرٹری الطاف چغتائی (جنگ) ایڈیشنل سیکرٹری ملک محبوب الرسول قادری (سوئے حجاز) فنانس سیکرٹری عبدالستار طارق (انصاف) سیکرٹری اطلاعات عبدالجبار شاکر (تجارت) آفس سیکرٹری شوکت بھٹی (نوائے جوہر) آڈیٹر ملک صاحب خان (اوصاف) ارکان مجلس عاملہ صاحبزادہ ممتاز جاوید پی ٹی وی اے پی پی خرم جمال (دن) عطا محمد تبسم (پاکستان) حنیف طاہر ملک (وفاق) حاجی محمد رمضان چوہدری (این این آئی)، ارشد محمود (خوش آب) زاہد انجم (پریس فوٹو گرافر) اور ساجد اعوان (اوصاف) دریں اثناء ضلع خوشاب کے ممتاز سیاسی، سماجی، عوامی اور مذہبی شخصیات نے جوہر آباد پریس کلب کے انتخابات میں نو منتخب عہدیداروں کو منتخب ہونے پر دلی مبارکباد دیتے ہوئے ان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے مبارکباد دینے والوں میں سابق وزیر داخلہ ملک نسیم احمد آہیر، سابق صوبائی وزیر ملک صالح محمد گنجیال، سابق اراکین اسمبلی ملک عمر اسلم اعوان، سردار شجاع خان بلوچ، سابق ارکان پنجاب اسمبلی تصور علی خان صدر مسلم لیگ ضلع خوشاب ملک مختار احمد اعوان، پیپلز پارٹی کسان ونگ کے صدر ملک احسان گنجیال، تحریک انصاف کی مرکزی کونسل کے رکن ملک محمد اسلم اعوان آف چامبل، ملت پارٹی پنجاب کے راہنما ملک افتخار گوندل، پیپلز پارٹی ضلع خوشاب کے جنرل سیکرٹری حاجی ظل حسین، ضلع کونسل خوشاب کے قائد حزب اختلاف ملک کرم الٰہی بندیال، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر ملک عنصر حیات ٹانچ،

ڈسٹرکٹ بار جوہر آباد کے صدر ملک حبیب نواز ٹوانہ، جنرل سیکرٹری شفقت حیات خان بلوچ، تحصیل ناظم نور پور ملک سید رسول سلہال، نائب تحصیل ناظم ملک طاہر رضا بگھور، یونین کونسل جمالی کے ناظم علی حسین بلوچ، پیلووینس کے ناظم ملک وارث جسرہ، لغاری کے ناظم فاروق احمد لغاری، اتراء کے ناظم احمد نواز اتراء، ورڑچھ کے ناظم ملک محمد سجاد اعوان، گولے والی کے ناظم ملک محمد خان نیازی، یونین کونسل جوہر آباد اربن ون کے ناظم ملک محمد ریاض اعوان، نائب ناظم ملک رب نواز چدھڑ، یونین کونسل جوہر آباد اربن ٹو کے ناظم میجر (ر) اکرام اللہ اعوان، نائب ناظم حاجی محمد اسلم اعوان یونین کونسل تلوکر کے ناظم راجہ واجد علی جنجوعہ نائب ناظم ملک محمد ایوب راجڑ یونین کونسل وہیر کے ناظم راؤ عمران شوکت خوشاب اربن ون کے ناظم حاجی محمد شریف، اربن ٹو کے ناظم دلدار حسین بلوچ، اربن فور کے ناظم غلام رسول سلیم، چک نمبر پچاس ایم بی کے ناظم رضوان مختار رندھاوا پنجاب شوگر ملز پاک ایمپلائز فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری ملک لعل خان، پیپلز پارٹی شعبہ خواتین ضلع کونسل کی صدر بیگم کوثر بلقیس، انجمن تاجران جوہر آباد کے جنرل حاجی راجہ محمد اشرف اور انجمن غلامان مصطفیٰ جوہر آباد کے صدر مرزا عبدالرزاق طاہر شامل ہیں۔

بابا زیاد بخش کے لیے دعائے صحت کی اپیل

''انوار رضا'' کے سرکولیشن انچارج اور بزم انوار رضا کے خازن مولانا صوفی حافظ محمد یوسف قادری کے والد گرامی باباجی زیاد بخش کچھ عرصہ سے صاحب فراش ہے۔ قارئین سے ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل ہے۔

عاجزی اور کمینگی میں بڑا فرق ہے کسرنفسی کو تحقیر ذات تک نہ پہنچاؤ...... کبھی کبھی مظلوم کا آنسو ظالم کی تلوار سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے...... طوفانوں کی طاقت سب کشتیوں کو نہیں ڈبو سکتی...... انسانی عقل و خرد کی تمام طاقتیں مکڑی کے کمزور جالے کے سامنے بے بس ہیں...... (واصف علی واصف)

استاذ الاساتذہ، امام المناطقہ، شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا ملک عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے عرس مبارک کی مناسبت سے گوشہء خاص

(67تا95)

رجال کار

ولدادۂ دین و دانش رح

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی، صدر، شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

وہ گھنے پیڑ، مری راہ گذر چھوڑ گئے
جن کے سائے میں کبھی بیٹھ کے ستایا تھا

اُستاذ العلماء والمشائخ حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی ؒ، اتوار۔ ۲۱ فروری ۱۹۹۹ء کو اپنے آبائی گاؤں ڈھوک ڈھمن، ڈاکخانہ پدھراڑ، ضلع خوشاب میں راہی ملک بقا ہو گئے۔ یہ روح فرسا خبر سنی تو لیونارڈ کوہن (Leonard Cohen) کا ایک مصرع، اپنی تمام تر سادہ بیانی اور اذیت ناک معنویت کے ساتھ، دل و دماغ کے گنبد بے در میں کسی سر پٹکتی ہوئی ملول صدائے بازگشت کی طرح بار بار گونجتا رہا:

؎ His death on my breast is harder than stone.

بیس سال ہو گئے تھے کہ میں ان کی زیارت نہیں کر سکا تھا۔ کوشش ہی نہیں کی تھی۔ میں جن حالات میں ان سے ملا اور بچھڑا تھا، ان کی روشنی میں سوچتا تھا کہ ناراض ہوں گے۔ ابھی تک معاف نہیں کیا ہو گا۔ ملوں گا تو برہم اور کبیدہ خاطر ہوں گے۔ باعث تکلیف نہ ہی بنوں تو بہتر ہے! لیکن وہ یاد بہت آتے رہے۔ اپنی حیات سراپا حسنات کے دوران میں بھی اور وفات الم آیات کے بعد بھی، میرے لیے وہ تھے بھی تو ایک مسحور کن طلسماتی کردار ہی نا! دو ماہ ان کے پاس رہا لیکن مجھ پر ان کی پر اسراریت نہ کھلی۔ وہ شفقت بھی بہت فرماتے تھے کبھی کبھی کھل کر ہنس بول بھی لیتے تھے، لیکن میں ہمیشہ انھیں بہت فاصلے سے دیکھتا رہا۔ وہ بہت بلندی پر مسند آرا تھے اور میں بہت پستی میں کھڑا تھا۔ کھڑا بھی کہاں تھا، پھسلتا جاتا تھا۔ ایسے میں فاصلے کیسے کم ہوتے؟ طلسمات کی دربستہ کرشمہ گاہیں کیسے منکشف ہوتیں؟

دنیائے عرب کے عظیم شاعر احمد شوقی بک (متوفی: ۱۳۵۱ھ) نے جس فرشتہ خصال معلم

کی تحلیل و تمجید کی ہے، وہ یقیناً حضرت مولانا جیسا ہی کوئی آئیڈیل معلم ہوگا:

قُمْ لِلْمُعَلِّمِ وَفِّهِ التَّبْجِيلَا　　كَادَ الْمُعَلِّمُ اَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلَا
اَعَلِمْتَ اَشْرَفَ اَوْ اَجَلَّ مِنَ الَّذِیْ　　يَبْنِیْ وَيُنْشِئُ اَنْفُسًا وَّ عُقُوْلَا٣

شوقی کا دوسرا شعر "استفہام انکاری" کا عمدہ نمونہ ہے۔ بلاشبہ عقل و شعور کی تشکیل و تعمیر اور باطن کے تزکیہ و تطہیر کرنیوالے کے مقابلے میں، نسل انسانی میں سے اور کون برتر ہو سکتا ہے!

حضرت مولانا، بالاتفاق والاجماع اپنے عہد کے امام المنقول والمعقول تھے۔ ان کے گوناگوں جمال شمائل، کمال خصائل اور احوال فضائل کے شایان شان بیان اور ان سے اپنی نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی ارادت و محبت اور خصوصی شرف شاگردی کے کما حقہٗ اظہار کے لیے محض چند صفحوں پر مشتمل ایک تاثراتی سا، سرسری سا خاکہ نما مضمون تمام ابعاد کے احاطے کے لیے بہت ناکافی ہے اور اس خواب رائگاں کی قسمت میں بالکل یونہی تشنۂ تعبیر رہنا لکھا ہے جیسے کوئی بیگانۂ حواس، نسیم صبح کے تازہ دم، خنک اور خوشگوار تسلسل کو محض دو چار سانسوں میں بہ تمام و کمال، اپنی روح میں اتار لینے کی معصومانہ کوشش کرے یا آفتاب عالمتاب کی کرنوں کے زرتار کارواں کو کسی ایک آدھ دریچے کے محدود چوکھٹے میں سمو لینا چاہے یا کسی گل و سمن آباد کی صف بہ صف آتی ہوئی ساری کی ساری خوشبو کے لطف کو دس انگلیوں کی مٹھیوں میں جکڑ لینے کی سعی نا مشکور کرے!

میرے جد امجد حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمیؒ (متوفی ۱۶۔ رجب ۱۴۰۹ھ/۲۲ فروری ۱۹۸۹ء) سجادہ نشین آستانہ عالیہ معظم آباد (مرولہ شریف) تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا خود ایک جید عالم اور مستند مفتی و فقیہ اور اپنے زمانے کے اکابر علمائے منقول و معقول کے تربیت یافتہ تھے، آپؒ مدرس بھی اس اعلیٰ پائے کے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ (متوفی ۷ ارمضان ۱۴۰۱ھ/۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء) کے صاحبزادگان والاشان اور خود آپؒ کے اپنے صاحبزادگان کے علاوہ آپ سے درسی استفادہ کرنے والوں میں حضرت علامہ عزیز

احمد رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۷۔ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ/۱۳۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز منگل) ۴ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ جیسے مایۂ ناز علمائے کرام کے نام شامل ہیں۔

حضرت جد امجدؒ کا میلان طبع علوم عقلیہ کی طرف زیادہ تھا، فلسفہ و منطق سے اتنی گہری دلچسپی تھی کہ زمانۂ طالب علمی میں آپؒ نے منطق کا پورا نصاب دو بار اور حمد اللہ اور فن مناظرہ کی اہم کتاب رشیدیہ تین تین بار سبقاً پڑھیں۔ ۵ اور آپؒ ان علوم و فنون کی غیر معمولی اہمیت و افادیت کے قائل تھے اور مدارس اہل سنت میں ان علوم کی طرف عدم توجہ پر اکثر و بیشتر شاکی رہتے تھے۔ ۶ چونکہ حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے عہد میں علوم عقلی کے مسلم الثبوت استاد اور فلاسفہ و مناطقۂ سلف کی بہترین یادگار تھے اور حضرت جد امجدؒ کے کڑے معیار علمی کو مختلف مجالس و مباحث میں حضرت مولانا کی اصابت علم، صلابت رائے، رفعت فکر اور بے مثال قدرت استنباط و استنتاج کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا، اس لیے آپؒ ہمیشہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے اور معاصر علماء میں، اپنے شیخ مکرمؒ کے بعد جس ہستی کی عظمت علمی کا سب سے زیادہ ذکر خیر فرمایا کرتے وہ استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالویؒ ہی تھے!

دوسری طرف بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی، حضرت استاذ العلماء بھی میرے دادا جان رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل اور آپؒ کی ذہانت و فطانت سے بے حد متاثر تھے۔ حضرت جد امجدؒ کی وفات کے بعد، آپؒ نے ۱۳ شعبان ۱۴۰۹ھ/۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء کو اپنے آبائی گاؤں میں ان کی علمی و دینی خدمات کے بارے میں، بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک مفصل عالمانہ اور محققانہ تاثراتی مقالہ تحریر فرمایا تھا جو غیر مطبوعہ صورت میں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں آپؒ کے انتقال کی خبر سن کر، استاد مرحوم نے ایک تعزیت نامے میں انھیں اپنا "ایک پرانا مہربان اور بہی خواہ" قرار دیا اور لکھا حضرت مولانا (غلام سدید الدینؒ) پرانے مشائخ کی یادگار اور ملت اسلامیہ کے عظیم معمار تھے۔ ۷ نیز تحریر فرمایا: "اس قحط الرجال کے

دور میں حضرت مولاناؒ کا وجود باجود غنیمت تھا'' ۸

میں اپنے تشکیل شعور کے زمانہ آغاز میں اپنے جد امجدؒ ہی کے زیر سایہ رہا ہوں اور آپؒ ازراہ شفقت ومحبت مجھے اپنا ''چوتھا بیٹا'' ۹ فرمایا کرتے تھے آپؒ کی دلی آرزو تھی کہ اللہ مجھے علم دین سے بہرہ وافر عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق بھی ارزانی کرے۔ چنانچہ جب میں ناظرہ ختم قرآن حکیم اور درس نظامی کے مطابق فارسی زبان وادب اور صرف ونحو کی تحصیل سے فارغ ہو گیا تو ہفتہ۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ/۳ فروری ۱۹۷۹ء ۱۰ کو آپؒ مجھے ساتھ لے کر علی الصبح دارالعلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف پہنچ گئے۔ آپؒ کے خیال میں اب میری استعداد اتنی ہو گئی تھی کہ میں استاذ الکل حضرت مولانا عطاء محمد چشتی گولڑویؒ کے درس سے استفادے کے قابل ہو چکا تھا۔ اس وقت میری عمر سولہ سال تھی!

دارالعلوم میں سب سے پہلے حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ آپؒ نے سلسلہ درس موقوف فرمایا اور والہانہ محبت واحترام سے پذیرائی کی۔ کمال اخلاق، اکرام علم اور مہمان نوازی کا یہ بے مثال مظاہرہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ اس دوران میں کئی طلبہ آ آ کر حضرت جد امجدؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ حضرت استاذ العلماءؒ دوسری منزل پر واقع اپنے حجرے میں محو تدریس تھے۔ اطلاع ملتے ہی تشریف لائے۔ میں انھیں سیڑھیاں اتر کر ہماری نشست گاہ کی طرف آتے ہوئے دیکھتا رہا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے، بالکل سیدھے ہو کر جوانوں کی طرح تیز تیز چل کر آ رہے تھے۔ میں نے بکثرت ان کی علمیت وفضیلت کا سن سن کر، دل ودماغ میں ان کی ایک خیالی تصویر بنا رکھی تھی، ایک لمبا تڑنگا، موٹا تازہ، پہلوان نما خشک عالم دین، سرمہ اور عطر لگائے ہوئے عمامہ وعبا میں ملبوس! انھیں دیکھ کر خیالی تصویر بے چاری تو کرچی کرچی ہو گئی۔ ماننے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ یہ ہیں امام المنقول والمعقول حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی جن کا ذکر کرتے کرتے دادا جانؒ تھکتے ہی نہیں! وہ لمبے تڑنگے تو تھے لیکن پورے بدن پر غیر ضروری گوشت کا

کہیں نام ونشان تک نہ تھا! سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھے ایک کھلی سی گرم ٹوپی نے ان کے تقریباً آدھے کان ڈھانپ رکھے تھے۔ پاؤں میں کوئی عام چپل سی تھی۔ نہ سرمہ، نہ عطر، نہ عمامہ، نہ قبا، نہ رعونت۔ یقین فرمایئے بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ علم وفضل کا ایک چلتا پھرتا ہیولیٰ تھے اور بس! اور ابھی میں نے علم وفضل کہاں دیکھا تھا، محض ایک ہیولائے متحرک وناطق ہی دیکھا تھا!

جانبین ایک دوسرے سے بڑی خندہ روئی اور تواضع سے پیش آئے ادھر ادھر کی کچھ رسمی باتیں ہوئیں۔ باواجیؒ سے کہنے لگے: ''آپؒ کے خاندان کی خدمت، میرے لیے سعادت ہے لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت عزیز کے لیے میرے پاس بالکل کوئی وقت نہیں ہے!'' میں دل ہی دل میں بڑا خوش ہوا کہ چلیں بچ گئے اور یہ خیال بھی آیا کہ یہ سادہ لوح باواجیؒ ہی کا حوصلہ ہے جو ہر وقت ان کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں ورنہ اتنے روکھے پھیکے آدمی کا تو کوئی نام بھی نہ لے! میری حیرت اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب حضرت مولاناؒ نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد فرمایا: ''اگر صاحبزادہ صاحب اذان فجر سے نماز فجر کے درمیانی وقفے میں پڑھ سکتے ہوں تو بندہ حاضر ہے۔ یہ وقت میرے وظائف اور چائے کا ہے۔ اور اگر عزیز کے لیے مشکل ہو تو معذرت قبول فرمائیں، اگلے سال سے شروع کر لیں گے!'' جد امجدؒ میری طرف دیکھے بغیر، جھٹ سے بولے: ''جی حضرت! بالکل ٹھیک ہے برخوردار بڑی آسانی سے حاضر ہو جایا کرے گا۔ یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ آپؒ نے یہ زحمت قبول فرما لی!'' ادھر برخوردار سعادت آثار تھے کہ کاٹو تو جیسے بدن میں لہو نہیں! بھئی باواجیؒ کو مجھ سے بھی تو پوچھ لینا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ مولاناؒ کو بھی سر دردی میں ڈالا اور میرے لیے بھی مصیبت کھڑی کر دی!

تھوڑی دیر بعد مولاناؒ واپس تشریف لے گئے کہ انھیں ابھی مزید پڑھانا تھا۔ اس دن میں ان کی ذہین وفطین آنکھوں کی چمک، لب ولہجے کے استحکام، قوت فیصلہ کی استواری، صاف گوئی اور ایثار سے بہت متاثر ہوا۔ دوپہر کا پرتکلف کھانا ہم لوگوں نے دارالعلوم ہی میں کھایا۔ اسی اثنا

میں میرے لیے ایک الگ کمرا صاف کروا کے اس میں میرا مختصر سا سامان رکھوا دیا گیا۔ حافظ بشیر احمد سدیدی[11] بطور خادم میرے ہمراہ تھے۔

باواجیؒ نے میرے پاس خاطر کے لیے اس رات کو بندیال ہی میں نذر حسین قوال (مرحوم) [12] کے ہاں قیام فرمایا اور مجھے حضرت استاذ العلماءؒ کے خصوصی احترام، نماز کی بروقت بجا آوری اور دارالعلوم کے قواعد و ضوابط کی سخت پابندی کی تلقین کی۔ افسوس کہ مجھ سے کسی ایک ہدایت پر بھی عمل نہ ہو سکا!

اگلے دن سے سلسلہ درس شروع ہوا۔ میری زندگی کی سب سے بڑی بدقسمتی شاید یہی ہو کہ حضرت مولاناؒ سے استفادے کا یہ سلسلہ دو ماہ سے زیادہ نہ چل سکا اور میں اپنے طور پر ایک مضبوط منطقی استدلال کا سہارا لے کر، حضرتؒ کی عدم موجودگی میں، بغیر کچھ سوچے سمجھے، بغیر کسی کو کچھ بتائے، سامان اٹھا کر واپس چلا گیا۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اس ناعاقبت اندیشانہ سانحے میں میری اپنی بہت سی کوتاہیوں کو دخل ہے جن کی جزئیات کا بیان یہاں بے محل ہے اس سلسلے میں استاذ العلماءؒ کے تین خط محفوظ ہیں۔ فی الحال دوسرے خط (خیر الامور اوسطھا) کا ایک اقتباس وضاحت کے لیے کافی ہے:

''بندہ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جناب نے عزیز کو چلے آنے کا حکم دیا ہے یا کہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ بہر حال اگر جناب کا خیال عالی ہو تو ان کو واپس روانہ فرما دیں، بندہ تدریس کے معاملے میں سخت متشدد واقع ہوا ہے، اس لیے سابقہ عریضہ روانہ کر دیا، ورنہ کوئی بات نہ تھی، بچے تھے اور پہلی دفعہ ذرا گھر سے دور گئے تھے، سمجھانے بجھانے سے آہستہ آہستہ متوجہ ہو جاتے۔''[13]

دو ماہ کے اس مختصر دور استفادہ نے، جسے ''شعلہ مستعجل'' کہنا بے جا نہ ہو گا، مجھے کچھ امتیازات سے بھی سرافراز کیا، جن کا ذکر محض تحدیث نعمت اور اظہار سپاس کے طور پر ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ میں نے رسالہ صغریٰ، اوسط اور کبریٰ کی تدریس کے دوران، حسب معمول یہ کوشش

کی ان کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھوں۔ چنانچہ میں شعوری کوشش کر کے، لفظی و معنوی طور پر حضرت مولاناؒ کی توضیحی تقاریر ان کے قریب تر رہ کر لکھتا رہا، یہ شروح حضرت جد امجدؒ نے بہ نظر تحسین ملاحظہ فرمائی تھیں اور اپنے ایک مکتوب میں ان کی اشاعت کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا۔[14]

افسوس کہ یہ شرحیں کئی سال پہلے جناب بشیر احمد سدیدی، بغرض استفادہ، چند دنوں کے لیے مستعار لے گئے تھے اور میں کئی برسوں سے ان ''چند دنوں'' کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ یہ تحریریں ان کے پاس محفوظ بھی ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو نظر ثانی کر کے ان کی اشاعت، علم منطق کے مبتدیوں کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔

۲۔ دوسرا نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ تقریباً دو ماہ ایسے گذرے کہ حضرت استاذ العلماءؒ کی نگاہ فیض بخش، علی الصبح سب سے پہلے مجھ پر پڑتی رہی۔ رحمت الٰہی سے بعید نہیں ہے کہ وہ جذب و کیف اور نور و سرور سے معمور انھی لمحوں کو میرے لیے وسیلہ بخشش و نجات بنا دے!

شدید سردی میں، کئی بار موسلا دھار برستی ہوئی بارش میں بھی اذان فجر سنتے ہی میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ کبھی آپ محو نماز ہوتے (غالباً یہ فجر کی سنتیں یا کوئی نوافل ہوتے ہوں گے!) اور کبھی نماز سے فارغ ہو کر مشغول دعا ہوتے۔ دو یا تین بار ایسا ہوا کہ وضو کر رہے تھے یا اس کے بعد ریش مبارک میں کنگھی کر رہے تھے اس وقت مجھے یوں لگتا جیسے میں کسی عالم یا فلسفی و منطقی یا مدرس کے بجائے کسی صوفی باصفا کی بارگاہ میں حاضر ہوں! آخر ایسا کیوں نہ ہوتا، انھوں نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کی آنکھیں دیکھ رکھی تھیں اور حضرت سید غلام محی الدین بابو جی علیہ الرحمۃ سے استفاضۂ روحانی کیا ہوا تھا! اس وقت وہ پوری طرح تازہ و شاداب ہوتے اور چہرۂ انور سے جمعیت خاطر اور سکون قلب کی کرنیں پھوٹ رہی ہوتی تھیں۔ درس کے دوران وہ میری ذہنی سطح کے مطابق ہر نکتۂ دقیق نہایت عمدگی سے سمجھاتے، بعض اوقات لب مطلب دہراتے اور کبھی کبھی اپنے سامنے ساری بحث کے تکرار کا

حکم دیتے۔

۳۔ امام المناطقہؒ نے میرے جد امجدؒ سے خصوصی تعلق خاطر کی وجہ سے میرے لیے خصوصی کلاس کا اہتمام کیا اور اپنا اوراد و وظائف کا نورانی وقت میرے لیے مخصوص کیا۔ شاید حضرتؒ کے ساٹھ سالہ تدریسی نظام الاوقات میں اس نوعیت کی اور کوئی کلاس کبھی نہیں رہی ہو گی۔

۴۔ آپؒ مجھ پر خصوصی توجہ فرماتے۔ اکثر و بیشتر کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے۔ کبھی کبھی مناسب انداز میں سرزنش بھی کرتے جس میں محبت کی شیرینی، گوشالی کی کڑواہٹ پر غالب رہتی! ہاں ایک بار تو دل دہلا دینے والی ڈانٹ کھانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ کبھی کبھی ازراہ تشویق نہایت جچے تلے لفظوں میں میری ذہانت کی داد بھی دیتے۔ جب زیادہ مانوس ہو گئے تو اکثر اپنے شیخ مکرمؒ اور خانقاہ گولڑا شریف کا ذکر فرماتے۔ آپؒ نے دوران درس کئی بار علماء اور مشائخ کے نالائق صاجزادوں کے دلچسپ اور عبرت آموز لطیفے بھی سنائے (شاید احقر کو آئینہ دکھانا مقصود ہوتا تھا!) ایک دو بار میں باواجیؒ کی طرف سے شہد اور دواء المسک کا تحفہ لے گیا تو نہایت خوش دلی سے قبول کیا اور آپؒ کا شکریہ ادا کیا۔ ایک دو بار خصوصی فرمائش کر کے میرے توسط سے دواء المسک منگوائی جو چشتی دواخانہ، چوک نسبت روڈ۔ لاہور میں تیار ہوئی تھی۔ فرماتے تھے: "اس کے اجزاء خالص لگتے ہیں!"

دیگر اوقات میں کم ہی آمنا سامنا ہوتا تھا۔ ان دنوں میرے چچا اور استاد حضرت صاجزادہ حمید الدینؒ احمد صاحب مدظلہ دیار حبیب ﷺ میں مقیم تھے۔ انھیں بھی آپؒ سے نسبت تلمذ حاصل تھی۔ چنانچہ استاد اور شاگرد میں گاہے بگاہے میرے ذریعے خط و کتابت ہوتی رہی۔ ایک بار میں چچا جان کا خط پہنچانے حاضر ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ میں چارپائی پر بیٹھے مالٹے کھا رہے تھے۔ بڑے اصرار سے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کیا۔ یہ اسلوب دلنوازی ہی تھا جو لوگوں کو ان کا اسیر کر لیا کرتا تھا! علاوہ ازیں میں آپؒ کو نمازوں کے اوقات میں مسجد

جاتے ہوئے اور عصر کے وقت سیر کے لیے نکلتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔

۵۔ حضرت علامہ صاجزادہ محمد عبدالحق گولڑوی بندیالوی مدظلہٗ اور ان کے صاجزادگان والا شان بھی احقر پر خصوصی چشم عنایت مبذول رکھتے تھے۔ میری بے ضابطگیوں پر کبھی شاکی نہیں ہوئے۔ میرے لیے ناشتہ، دو وقت کا کھانا اور رات کو دودھ آپ کے گھر سے آتا تھا۔ بلاشبہ خرد پروری اور بندہ نوازی کی ایسی مثالیں آج کل "اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْم" کے حکم میں شامل ہیں

۶۔ بندیال میں نذر حسین مرحوم کے علاوہ حضرت مولانا مختار احمد صاحب (جامعہ قمر العلوم گجرات) میرے پرانے بےتکلف دوست تھے جو معظم آباد میں جد امجدؒ سے مختلف کتب پڑھتے رہے تھے اور بغرض تکمیل تحصیل بندیال میں مقیم تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور وجود مسعود قیام بندیال کے دوران میرا نفسیاتی اور روحانی سہارا بنا۔ یہ تھے حضرت پیر سردار احمد صاحب (سجادہ نشین کھرپڑ شریف۔ پتوکی۔ قصور) ان کے والد مغفور بھی بندیال کے فارغ التحصیل تھے اور اب وہ بھی وہاں پڑھ رہے تھے۔ ان کے پاس بھی الگ کمرہ تھا اور ان کے خادم یار محمد صاحب ان کے ساتھ رہتے تھے۔ صاجزادہ سردار احمد صاحب نہایت حکیمانہ بصیرت سے لحہ لحہ میری دلجوئی کرتے رہے۔ ان سے اب تک رشتۂ اخوت و مودت استوار ہے اور اس میں بھی انھی کی وفا شعاری اور عالی ظرفی کو دخل ہے۔ صاجزادہ صاحب موصوف بھی اپنے کثیر الفیضان والد بزرگوار کی طرح اہل دل، صاحب جذب اور کشتۂ "مثنوی معنوی" ہیں۔ ان کی محبت اور دوستی فی الواقع میرے ان اکتائے ہوئے شب و روز کا حاصل ہے۔ ولیم کوپر (W.Cowper) کے لفظوں میں بڑی صداقت ہے کہ ہمنشینی، دوستی اور محبت کی نعمت واقعی اللہ کا انعام خاص ہے[۱۵] اور میں اس سلسلے میں بڑا خوش نصیب ثابت ہوا ہوں۔

۷۔ نماز فجر کے بعد میں دو تین گھنٹوں میں لکھنے اور اگلا مطالعہ کرنے سے فارغ ہو کر کچھ دیر سو لیتا اور پھر ایک طویل بے مصرف دن شروع ہو جاتا۔ میں دن بھر مارا مارا پھرا کرتا۔ کبھی

ریلوے سٹیشن کی طرف نکل جاتا اور مولوی بشیر احمد صاحب کو مسواک کاٹنے کے لیے مختلف کیکروں پر اتارتا چڑھاتا رہتا۔ شام کو ہم تازہ و نفیس مسواکوں کا گٹھا سنبھالے دارالعلوم میں وارد ہوتے تو یوں لگتا جیسے مسواک بیچنے آئے ہوں! یہ مسواک مختلف مستحق طلبہ کی خدمت اقدس میں جبراً پیش کر کر کے ثواب دارین کمانے اور آتش جہنم سے خلاصی کے حصول کی کوشش کی جاتی تھی!

کبھی کبھی میں بندیال کے رئیسوں کے آبائی قبرستان میں چلا جاتا اور گھنٹوں وہاں بیٹھا، بڑی بڑی پر شکوہ مرمریں قبروں میں مدفون مرحومین کی زندگی اور عاقبت کے بارے میں سوچتا رہتا۔ عجب عبرت کا منظر ہوا کرتا تھا۔ قبرستان کا مجاور مجھ سے مانوس ہو گیا تھا اور کچھ باز پرس نہیں کرتا تھا۔ شاید وہیں قریب ہی کوئی نلکا بھی تھا۔ ایک دو بار وہاں لنگوٹ باندھ کر کھلے آسمان تلے نہانے کی عیاشی بھی کی۔ اس وقت تک میں نے تھل اور اس کی ریت کی مہک کو قریب سے محسوس نہیں کیا تھا۔ چنانچہ چند طالب علموں کی راہنمائی میں تھل کی ریت کو بھی چھو آئے۔ کئی بار استاذ العلماءؒ کے استاد و مربی حضرت علامہ یار محمد بندیالویؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۷ء) کے مزار پر انور پر ایصال ثواب کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ دو چار بار نذر حسین اور اس کے عزیزوں کے ہاں قوالیاں بھی سنیں مگر ایک بے نام اضطراب اور کوئی ناآسودہ سی سیمابیت تھی جو ہمیشہ آتش زیر پا رکھتی تھی۔ ایسی حالت میں مجھے اس امر بدیہی کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ میں دارالعلوم کے قواعد و ضوابط کی دھجیاں بکھیر رہا ہوں اور میرا طرز عمل کئی لوگوں کی کاہلی یا بے راہروی کا باعث بن رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ میں اپنی کم آمیزی کے باوصف بعض اوقات طلبہ کی محفلوں میں طرح طرح کے غیر محتاط چٹکلے بھی چھوڑتا رہتا تھا۔ ان میں سے ایک دلچسپ چٹکلا یہ بھی تھا کہ مشہور عرب شاعر متنبی (متوفی ۳۵۴ھ) نے خاموشی کی فضیلت میں کہا تھا: اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَکَّلٌ ''بِالْمَنْطِقِ'' یعنی گفتگو بعض اوقات باعث ابتلا بن جاتی ہے۔ میں نے شرارتاً یہ پرچار شروع کر دیا کہ متنبی نے دراصل علم منطق کی مذمت میں یہ کہا ہے۔ شدہ شدہ یہ

حرکتیں اور باتیں اساتذہ اور مہتمم حضرات کے لیے پریشانی کا باعث بننے لگیں۔ اب یہ ساری باتیں سوچتا ہوں تو دل ناتواں پر ایک بار ندامت لد جاتا ہے اور ان بزرگوں کے حوصلے کے سامنے سر جھک جاتا ہے جو مجھے برداشت کرتے رہے!

ان ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر میرے مخلصین یعنی حضرت صاحبزادہ سردار احمد صاحب اور مولانا مختار احمد صاحب نے بڑی دلسوزی سے مجھے سمجھایا کہ میں یوں اپنے قیمتی وقت کا ضیاع نہ کروں اور کسی اور موزوں درس میں بھی بیٹھنا شروع کر دوں۔ سے مبارک تھا۔ بات میرے بھیجے میں بیٹھ گئی اور یوں مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میں حضرت مولانا محمد عبدالحق صاحب مدظلہ کے درس فقہ میں شامل ہو کر قدوری پڑھتا رہا تا آنکہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند! (قدح میں نے خود توڑی، ساقی وہیں کا وہیں سیرابی خلائق میں مشغول ہے، بس میں ہی خمستان علم و فضل سے نکل آیا)۔

استاذ الکل حضرت علامہ عطاء محمد بندیالویؒ کی شخصیت کے باب میں میرا مجموعی تاثر یہ ہے کہ وہ ایک ہمہ صفت موصوف عالم ربانی تھے۔ محض کتابی علم و حکمت کے بحر بے کراں کے غواص ہی نہیں تھے بلکہ عام عملی حکمت و دانش کا اندوختۂ وافر بھی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلقۂ خواص میں ان کی جتنی پذیرائی ہوتی تھی، گروہ عوام میں بھی اتنے ہی محبوب و مقبول تھے۔ وہ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن رہے۔ جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی سینئر نائب صدر تھے۔ مگر یہ تمام مناصب ان سے ان کی وہ سادگی، خلوص اور ملنساری نہیں چھین سکے جو آپؒ کی سرشت میں شامل تھی۔ اب بھلا ڈھوک دھمن اور پدھراڑ کے مضافاتی ناخواندہ لوگ ان کے فضائل علمی کا کس قدر ادراک کر سکتے تھے لیکن آپؒ کی شفقت و ایثار کی زنجیروں نے انھیں بھی تاحیات آپؒ کا غلام بے دام بنائے رکھا۔ ڈبلیو، ایچ، ڈیویز (W.H.DAVIES) نے کیا خوب کہا ہے:

I love thee for a heart that's kind

Not for the knowledge in thy mind!۲

وہ ایسے جامع الصفات، کثیر الجہات اور سرچشمۂ برکات تھے کہ کسی دارالعلوم کے محتاج نہیں تھے بلکہ عالم اسلام کا ہر دارالعلوم ان کا محتاج تھا۔ ربع صدی تک تو وہ اپنے استاد کے مصلے پہ تکیہ کیے بندیال میں بیٹھے رہے۔ تقریباً تیس برس کے لگ بھگ مختلف مدارس میں مشغول تدریس رہے۔ بقول سعدی شیرازی: ''ھرجا کہ رفت، خیمہ زد و بارگاہ ساخت'' والا معاملہ ہوتا تھا۔ تشنگان علم کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے اور جنگل میں منگل کا ساسماں پیدا ہو جاتا۔

وہ انتہائی قاعدے اور ضابطے کے انسان تھے۔ غیر معقول بات ان کے لیے قابل برداشت نہیں تھی۔ وہ اصولی باتوں پر سمجھوتا کر لینے والے مصلحت اندیش گروہ میں سے نہیں تھے بلکہ جابر سلاطین کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے سلسلہ سرفروشاں کے سرخیل تھے۔ رات کو دن اور ظلمت کو نور کہہ دینا ان کے منشور زندگی کی کسی ضمنی شق میں بھی شامل نہیں تھا کیونکہ ان کے خوددار ضمیر نے کبھی سرکاری درباری ملا بننا پسند نہیں کیا! کوئی دینوی مسئلہ ہوتا یا شریعت کا معاملہ، وہ اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے بارے میں رائے قائم کرتے اور اس کے حتمی اعلان سے پہلے بار بار اس پر تفکر و تدبر کرتے۔ جب ان کی دیانت انسانی اور فراست ایمانی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی تو وہ نہایت واشگاف الفاظ میں اس کا اظہار کرتے اور پھر پورے عزم و ثبات کے ساتھ اس پر ڈٹ جاتے۔ علَوی النسب بھی تو تھے، پسپائی کا لفظ ان کی لغت میں موجود ہی نہیں تھا۔ وہ نہ صرف صادق تھے۔ بلکہ حامی صداقت اور مجاہد حق و حقیقت بھی تھے۔ علمی زوال، روحانی ابتذال اور عمومی انحطاط کے اس ٹھہرے ہوئے پانی جیسے آلودہ سماج میں ایسے سرپھرے لوگ بھلا کہاں قابل برداشت ہوتے ہیں؟

گفتار راست، مایۂ آزاری شود   چون حرف حق بلند شود، داری شود

سچی بات باعث تکلیف ہو جاتی ہے۔ جب حرف صداقت بلند ہوتا ہے تو صلیب بن جاتا ہے!

حضرت مولانا کو اواخر عمر میں اس جرم حق شعاری کی بہت بھاری سزا بھگتنا پڑی۔ علم و حکمت اور فضل و عرفان کے اس کوہ ہمالہ پر ایسے ایسے نام نہاد علمائے نے نہایت بھونڈے انداز میں تقریری و تحریری حملے کیے کہ خدا کی پناہ! حالانکہ اگر ان گرگٹ صفت لوگوں کا علمی و تحقیقی قد و قامت ناپا جائے تو بالشت کو بھی خفت اٹھانی پڑے۔ لیکن آفرین صد آفرین امام الائمۃ العصرؒ کی روح پر فتوح پر! کہ آپؒ نے قرون اولیٰ کے علماء کی طرح تحمل و متانت اور تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ نہ اپنے موقف سے سرمو ہٹے اور نہ ہی کسی ایسی خفیف الحرکتی کا سوچا جو آپؒ کے مرتبے کے شایان شان نہ تھی۔ سارے زخم، تمغہ ہائے محبت بنا کر دل میں سجالیے کہ اپنوں ہی کے دیئے ہوئے تھے: ہر چہ از دوست می رسد، نیکوست!

اوچھے ہتھکنڈے آزمانے والوں کو بھی اچھی طرح سے معلوم تھا کہ چاند کا تھوکا خود اپنے ہی منہ پر آتا ہے مگر وہ بھی اپنی جبلت رذیلہ کے اقتضاء کے سامنے بے بس تھے۔ اس ساری کاروائی میں حضرت مغفورؒ کے مرتبہ و مقام میں کوئی کسر شان واقع نہیں ہوئی اور نہ ان بے چارے بالشتیوں کا قد ہی چند انچ بڑھ سکا:

مَنْ کَانَ فَوْقَ الشَّمْسِ مَوْضِعُہٗ

فَلَیْسَ یَرْفَعُہٗ شَیْءٌ وَّ لَا یَضَعُ

(جس کا مقام سورج سے بھی بلند تر ہوتا ہے، اس کی قدر و منزلت کسی چیز سے بھی بیش و کم نہیں ہوتی!)

حضرت علامہ بندیالویؒ علم کے آب حیات کا زندہ رود تھے۔ فلسفہ و حکمت قدماء کا یہ ابر کرم اپنی حیات مستعار کے آخری لمحے تک باران فیض و عطا بن کر برستا رہا مگر میں علم و عرفان کے اس ابر نیساں سے محض چند بوندیں ہی لے سکا۔ میری بے بضاعتی کا عالم دیکھیے کہ میری تنگی داماں، گلستان فضل و کمال کی چند ادھ کھلی کلیوں پر ہی قناعت کر گئی مگر اس میں اس سرچشمۂ جود و عطا کا کیا قصور! بہر حال میں عمر بھر اس روحانی کرب میں مبتلا رہوں گا کہ وہ کچھ نہیں بن پایا جو

مجھے میرے سب سے عزیز محسن و مربی بنانا چاہتے تھے اور نہ میں اپنے عہد کے رازی اور بوعلی سے کامل استفادہ کر سکا۔ اب اس ناقابل تلافی محرومی کا ماتم کرنے سے بھی کیا ہوگا؟

لَوْ کَانَ نُوْرُ الْعِلْمِ یُدْرَکُ بِالْمُنٰی
مَاکَانَ یَبْقیٰ فِی الْبَرِیَّۃِ جَاھِلُ

(اگر خواہشوں کے مطابق علم کی روشنی ملتی رہتی تو روئے زمین پر کوئی بھی جاہل نہ رہتا!)

حضرتؒ کی خون جگر سے روشن کی ہوئی شمعیں ان کے حقیقی علمی وارثوں کی صورت میں ضیا پاشی کر رہی ہیں۔ چراغ سے چراغ جلنے اور اشاعت نور و ترویج علم کا یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اور اس وقت تک حضرت استاذ العلماء مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالویؒ کی پاکیزہ یادیں طالبان ہدایت کی دھڑکنوں سے سرگوشیاں کرتی رہیں گی:

ہم ہیں وہ زندہ لوگ کہ مرنے کے بعد بھی   برسوں ہمارا نام بھلایا نہ جائے گا

حواشی

(۱) حضرت مولانا اشرف قادری مدظلہٗ نے آپؒ کا سال ولادت ۱۹۱۶ء لکھا ہے:

''ابتدائیہ سیف العطاء''، ص ۲۲۱۔

جبکہ آپؒ نے ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو انٹرویو دیتے ہوئے۔ خود اپنا سنہ پیدائش ۱۹۱۵ء بیان فرمایا ہے: (ماہنامہ ''سوئے حجاز''، لاہور، دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۱۷)

(۲) (ترجمہ) ''اس کی موت، میری چھاتی پر پتھر سے بھی زیادہ سخت/ بھاری ہے''

Cohen. Leoneard: "Selected Poems", Bantam Books,U.S.A, 1971, P.4.

(۳) (ترجمہ) ''احترام معلم میں کھڑا ہو جا اور اس کی عزت و اکرام کا حق ادا کر۔ (معلم کی منزلت یوں ہے کہ) گویا معلم درجۂ رسالت کے نزدیک تر ہے۔ کیا تو نے کسی کو

ایسے شخص سے زیادہ باشرف اور عظیم پایا ہے جو روحوں اور دماغوں کی نشو و نما کرتا ہے؟''

۔ جواہر الادب، مصر، ج ۲، ص ۴۹۸۔

(۴) حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کے خلیفہ مجاز، آستانہ عالیہ عزیزیہ، حمیدیہ کفری ضلع خوشاب کے سجادہ نشین اور دارالعلوم ضیائے شمس الاسلام سیال شریف کے سابق صدر مدرس۔

(۵) معین نظامی: ملفوظات سدیدیہ، مکتبہ سدیدیہ معظم آباد، ۱۹۹۰ء ص ۱۶۔

(۶) ایضاً صفحہ ۳۔ ۱۳۲۔

(۷) مکتوب بنام حضرت صاحبزادہ حمید الدین احمد مدظلہ (سجادہ نشین معظم آباد) مورخہ ۴ مارچ ۱۹۸۹ء بھکھی۔

(۸) مکتوب بنام پروفیسر صاحبزادہ محمد رفیع الدین صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج بھلوال) مورخہ ۴ مارچ ۱۹۸۹ء بھکھی۔

(۹) مکتوب حضرت صاحبزادہ حمید الدین احمد صاحب نام راقم الحروف، مورخہ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ، مدینہ منورہ۔

(۱۰) مکتوب حضرت خواجہ غلام سدید الدینؒ بنام حضرت مولانا بندیالویؒ۔ مورخہ ۲۷ صفر ۱۳۹۹ھ۔ معظم آباد

(۱۱) حافظ بشیر احمد سدیدی ولد مبارک علی انصاری سکنہ کوٹ کالا، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا۔ انہیں میں نے لاہور آکر ہفتہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ (اندرون لوہاری دروازہ) میں داخلہ دلوایا اور بحمد اللہ وہ وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کچھ عرصہ جامع مسجد دربار حضرت شاہ ابوالمعالیؒ میں نائب خطیب رہے۔ آج کل بکر منڈی لاہور میں ایک مسجد اور مدرسے کے مہتمم ہیں۔

(۱۲) نذر حسین نے دادا جانؒ کی خدمت اقدس میں کئی سال گزارے تھے۔ کچھ عرصہ میرے والد مرحوم کی خدمت میں بھی رہا۔ اعراس پر باقاعدگی سے معظم آباد حاضری دیا کرتا

تھا۔ کبھی کبھی نجی محفلوں میں، میں اس سے اپنی بچگانہ قسم کی اردو/فارسی غزلیں سماعت کرتا تھا، اس لیے وہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ قیام بندیال کے دوران وہ میری دلجوئی کے لیے تقریباً روزانہ دارالعلوم آتا۔ کئی بار اپنے گھر میں میرے ساتھیوں کی دعوت بھی کی اور اس نے اور اس کے عزیزوں نے محافل سماع کا اہتمام بھی کیا۔ افسوس کہ اس کی اولاد کا اپنے پیر خانے سے تعلق نسبت نہیں رہا! اللہ اس کی مغفرت فرمائے!

(۱۳) مکتوب حضرت مولانا عطا محمد بندیالویؒ بنام حضرت خواجہ غلام سدید الدین معظمیؒ، مورخہ یکم اپریل ۱۹۷۹ء بندیال

(۱۴) حضرت استاذ العلماء کے نام یہ مکتوب آپؒ نے امام الخطاطین حضرت حافظ محمد یوسف سدیدیؒ (متوفی ۔ ہفتہ، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۶ء) کے گھر (سانده ۔ لاہور) میں تحریر فرمایا تھا۔

(15) "Society, friendship and love divingely bestow,d upon man." (W.Cowper.)- Palgrave, F.T:"The Golden Treasury," London, 1959,P.163.

(۱۶) (ترجمہ) میں تمھیں چاہتا ہوں اس دل کی وجہ سے جو شفیق و مہربان ہے، اس علم کی وجہ سے نہیں جو تمھارے دماغ میں ہے!

(۱۷) غلام نظام الدین، پروفیسر صاحبزادہ: شاخ گل، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۷۔

انسان

انسان، عجب مخلوق ہے خود تماشا ہے اور خود ہی تماشائی۔ انسان، خود ہی میلہ لگاتا ہے اور خود ہی میلہ دیکھنے نکلتا ہے۔ ہجوم میں ہر انسان ہجوم کا حصہ اور ہر انسان اپنے علاوہ انسانوں کو ہجوم کہتا ہے تنہائیاں اکٹھی ہو جائیں تو میلے بن جاتے ہیں ننھے چراغ مل کر چراغاں بن جاتے ہیں............(واصف علی واصف)

حضرت علامہ بندیالوی، نابغہ روزگار ہستی

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی مدظلہ، بھگوری شریف

استاذ العلماء حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی ایک درویش منش عالم اور نابغہ روزگار ہستی تھے مرحوم تمام پاکستان کے علماء کرام کے استاد اور پیشوا تھے مرحوم نے دین اسلام اور مسلک اہلسنت و الجماعت کے لیے عظیم خدمات سرانجام دیں ان کی حالات زندگی پر اگر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ایسی ہستی صدیوں بعد ہی جلوہ افروز ہوتی ہیں مرحوم ایک تناور درخت کی مانند تھے جن کے شاگرد اس درخت کی شاخیں اور عوام الناس اس شجر کے ثمر سے انشاء اللہ تا قیامت مستفیض ہوتے رہیں گے مرحوم صاحب کے اوصاف لکھنے کے لیے یہ چھوٹا سا صفحہ کافی نہیں بلکہ اگر لکھنے بیٹھ جائیں تو صفحات کیا ہے بھرتے چلے جائیں گے آپ تھوڑی سی عمیق نظر کے ساتھ دیکھیں گے تو آپ کو واضح طور پر نظر آ جائے گا کہ جناب والا کے شاگردوں میں آپ کو ایسے ایسے علماء نظر آئیں گے جو کہ واقعی علماء اہلسنت والجماعت کے تاجداروں میں شمار ہوتے ہیں خداوند کریم نے موصوف عالم کو دونوں علموں سے حصہ دیا تھا علم ظاہر میں تو نتیجہ آپ کے سامنے ہیں جبکہ علم باطن کو اہل نظر ہی دیکھتے ہیں واقعی......موت العالِم موت العالَم......ہم تہہ دل سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کے طلب گار ہیں۔

فقیر سیف الرحمٰن
اخندزادہ ارچی

حضرت استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: ملک محمد بشیر اعوان۔ صدر۔ تنظیم الاعوان پاکستان

حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے جس انداز میں دین و مذہب، ملک و ملت وطن اور علاقے کی خدمت کی ہے وہ انھی کا حصہ ہے وہ ہمارے پورے علاقہ اور اعوان قوم کا بہت بڑا سرمایہ تھے۔ ان کا وجود اللہ کی رحمت کا نشان تھا۔ علم اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ اللہ کریم نے انھیں حق گوئی کی عظیم نعمت سے نوازا تھا۔ حضرت استاذ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پوری قوم کے مشترکہ بزرگ تھے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ میرے والدگرامی الحاج ملک کرم بخش اعوان نے کئی مرتبہ حضرت بڑے استاد صاحب کی خدمت میں پر خلوص پیش کش کی کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو ڈھوک دھمن (پدھراڑ) میں مدرسہ قائم فرمائیں ہم بھی بھرپور تعاون کریں گے۔ مگر حضرت استاذ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے اگر میں خود کسی مدرسے کا مہتمم بن گیا تو پھر تدریسی خدمات سرانجام دینا میرے لیے مشکل ہو جائے گا میری توجہ منقسم ہو جائے گی اور تدریس کے بجائے انتظامی معاملات میں میری دلچسپی بڑھ جائے گی۔ اور میں تدریس کے علاوہ کسی دوسرے شعبے میں اپنی صلاحیتیں صرف نہیں کرنا چاہتا۔ ان کے ہاں اخلاص وللّٰہیت درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا وہ پرانے بزرگوں کی بہت عمدہ نشانی تھے۔ جس محبت، محنت اور جانفشانی سے حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی خدمت سرانجام دی موجودہ عہد میں اس انداز سے کوئی کام کرنے والا نظر نہیں آتا۔ میرے والدگرامی الحاج ملک کرم بخش اعوان کے ساتھ حضرت صاحب کا ہمیشہ محبت اور احترام کا رشتہ برقرار رہا۔ انھوں نے ہمیشہ ہمارے ساتھ شفقت فرمائی۔ اپنی دعاؤں سے نوازا۔ اور ہمارے راہنمائی فرماتے رہے۔ پیل ضلع میں منعقد ہونے والی عظیم الشان قومی میلاد کانفرنس بھی ان کے جذبے اور محنت کی آئینہ دار تھی۔ ہم سارے بھائی بلکہ پورا خاندان آج بھی ان سے اسی طرح عقیدت رکھتے ہیں ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مشن کو پھیلانے کے لیے ہمیں توفیق عطا فرمائے اور خدا کے پیارے لوگ ہی صراط مستقیم کے راہی ہوتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے کیونکہ وہ اللہ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے تھے۔

بزرگان بالا شریف اور حضرت استاذ العلماء بندیالوی کے حوالے سے

دیرینہ نسبتوں کی حسیں یادیں

تحریر: صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی (گولڑہ شریف)

بیاد داغہائے رفتہ دل دارد تماشائے
برد طاؤس راسیر چمن برگشت دیدن ہا (مولانا غنیمت کنجاہیؒ)

یہ اس دور کی بات ہے جب راقم الحروف درس نظامیہ کے ابتدائی اسباق پڑھ رہا تھا۔ چونکہ میرے استاد فتح محمد صاحبؒ علاقہ سون کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالویؒ کے شاگرد اور حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ العالی کے استاد بھائی تھے۔ میرے استاد گرامی، مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی کا بہت احترام اور لحاظ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ موصوف سے میرے تعارف کا سبب ایک یہ وجہ بھی بنی۔ اس وقت ایک بزرگ گولڑے آیا کرتے تھے۔ جنھیں میاں صاحب بالا والے کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ میرے جد امجد بابو جی قدس سرہ ان پر بڑی مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ وہ نہایت صاف گو سادہ مزاج پرانی وضع اور بے تکلف قسم کے انسان تھے۔ اگر چہ وہ حضرت بابو جیؒ کا بہت ہی ادب کرتے مگر دوران کلام ایسے بے تکلفانہ جملے بھی ادا کر جاتے جن پر حضرت بابو جیؒ خوش ہوا کرتے تھے۔ اگر چہ ان کی بیعت یہاں نہیں تھی مگر انھیں حضرت اعلیٰؒ اور پھر حضرت بابو جیؒ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی چنانچہ گولڑہ میں ان کی کثرت آمد کا سبب یہی محبت تھی۔ محبت و خلوص کا دریا جب طغیانی پر ہو۔ تو بعض اوقات اس کی کیف آگیں لہریں مروجہ رسوم و آداب کی حدود کو توڑ کر نکل جایا کرتی ہیں۔ اور عقل جنوں کی اس جرأت پر انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور بعض دیدہ ور ایسے خلوص آگیں مناظر دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں کہ

؎ بے ہوش نے بھی کام کیا ہوشیار کا

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ میاں صاحبؒ بالا والے گولڑے آئے۔ ان کا اسم گرامی میاں سلطان اکبر صاحب تھا۔ حضرت بابو جیؒ راولپنڈی جانے کے لیے جب موٹر کی طرف بڑھے تو میاں صاحب تانگے

سے جلدی جلدی اترے تاکہ ملاقات ہو جائے۔ حضرت بابو جیؒ ان کو دیکھ کر رک گئے۔ سب لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے میں بھی وہیں پاس کھڑا تھا۔ اس وقت میاں صاحب سے میری کوئی شناسائی نہ تھی۔ وہ مجھے جانتے تھے میں نہیں جانتا تھا۔ میاں صاحب سیدھے بابو جیؒ کے پاس آگئے۔ اور حضرت بابو جیؒ کی دستار مبارک کی ہر دو جانب کو اپنے خلوص بھرے ہاتھوں سے تھام کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا۔ حضرت بابو جیؒ خاموش کھڑے مسکراتے رہے اور پھر راولپنڈی چلے گئے۔ مگر ایک مرتبہ تو تمام حاضرین پر ایک سکتہ طاری ہو کر رہ گیا کہ اتنے مشکل ترین کام کو اتنی آسانی اور بے تکلفی سے کر دکھایا۔ پھر حضرت بابو جیؒ نے بھی اس شخص کی محبت و خلوص کا کس طرح قدر پاس کیا کہ آپ قطعاً چین بہ جبیں نہ ہوئے اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آج جب ہماری نگاہیں اٹھتی ہیں ہجوم خلق تو نظر آتا ہے مگر اس انداز کا ایک انسان بھی دکھائی نہیں دیتا۔

یک نعرہ مستانہ زجائے نہ شنیدیم — ویران شود آں شہر کہ دیوانہ ندارد

میاں علی اکبر صاحبؒ جو بڑے میاں صاحبؒ "موخر الذکر" کے صاحبزادے تھے۔ ان سے مزید تعارف کا سبب حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی زیدہ مجدہ بنے۔ عرس یا اس کے علاوہ حضرت مولانا مذکور تشریف لاتے تو کوئی نہ کوئی مسئلہ زیر بحث آجاتا۔ دلائل بازی کا سلسلہ شروع ہو جاتا تو میاں علی اکبر صاحبؒ مرحوم و مغفور خاموشی سے ہمارے دلائل کو سنتے اور زیر لب مسکراتے رہتے۔ حضرت مولانا عطا محمد صاحب زیدہ مجدہ کا عظیم وصف یہ ہے۔ کہ دلیل کے بغیر کوئی بات تسلیم ہی نہیں کرتے چونکہ اتفاقاً میری فطرت بھی یہی ہے اس لیے میں ان کی علمی صلاحیتوں کو جوش میں لانے کے لیے کوئی نہ کوئی اختلاف کا پہلو تلاش کر لیتا تھا تاکہ اس بہانے ایسی عظیم شخصیات اور ایسی نابغۂ روزگار ہستیوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کلام کا شرف حاصل رہے۔

آج اگرچہ وہ باتیں اور وہ عظیم لوگ نہیں رہے مگر میاں علی اکبر صاحبؒ مرحوم کے ہر دو فرزند میاں غلام صفدر اور میاں غلام سرور اپنے بزرگوں کے اس خلوص اور نسبت کی یادیں تازہ کیے ہوئے ہیں اور ان میں ان کی جھلک ملتی ہے بلکہ میاں غلام صفدر کے چچا زاد میاں غلام جیلانی میں بھی اس محبت و خلوص کے اثرات نظر آتے ہیں۔ غلام جیلانی ننکانہ صاحب میں سکونت پذیر ہیں۔ میاں غلام صفدر ہی میاں غلام جیلانی سے تعارف کا سبب بنے۔ اللہ تعالیٰ ان یادوں اور ان دیرینہ نسبتوں کے احساس کو نئی نسل کے ذہنوں میں جاگزیں رکھے تاکہ مستقبل اور حال کا ماضی سے رابطہ ٹوٹنے نہ پائے۔ کیونکہ بحالی رابطہ علامت حیات اور اس کا انقطاع پیام مرگ ہے۔ سلسلہ تارنفس کی بحالی و شکست کے حوالے سے رابطہ کا سارا فلسفہ بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

اک شمع بجھ گئی اجالا نہیں گیا

علم اور تقویٰ کا کوہ ہمالہ

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

استاذ العلماء ملک المدارسین، شیخ العرب والعجم، امام المناطقہ حضرت مولانا ملک حافظ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۹۱۵ء-۱۹۹۹ء) کے سانحۂ ارتحال سے مذہبی طبقے میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جس کی دور دور تک پر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی اور ہر کوئی مستقبل پر نظر ٹکائے سوچ رہا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ اکابرین بڑی تیزی سے اگلے جہان مراجعت کرتے جا رہے ہیں۔ علمی حوالے سے حالات رو بہ زوال ہوتے جا رہے ہیں اکثر مدارس اجاڑ ہیں اور مساجد کی حقیقی آبادی سخت خطرے میں ہے۔ اسلام دشمنوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے مختلف اطراف و اکناف سے اہل ایمان پر یلغار کر دی ہے جہالت اور بدعقیدگی کا ایک سیلاب ہے جو ایک منصوبے کے تحت اسلامی برادری پر مسلط کیا جا رہا ہے، فحاشی و عریانی اسی جہالت کا منحوس ثمر ہے۔ پڑھے لکھے "جہلا" بڑھتے جا رہے ہیں۔ وحدت کے نام پر خلفشار اور امن کے نام پر بدامنی کے منصوبے بن رہے ہیں۔ کوئی ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان حالات میں ذرا سا حوصلہ کرے۔ قدم آگے بڑھائے۔ اور بدی کا راستہ روکے۔

آج زمانے کو حضرت مولانا عطا محمد بندیالویؒ جیسے اکابرین کی اشد ضرورت ہے وہی ہمارا سب سے قیمتی اثاثہ اور سرمایہ تھے لیکن اب تو وہ اگلے جہان سدھار گئے۔ مرحوم نے ساری زندگی اللہ کے دین کی سربلندی اور فروغ میں گزار دی۔ کوئی دوسرا کام زندگی میں کرنا گوارا نہیں کیا۔ وہ افراد سازی کا کام کرتے تھے۔ خوابیدہ صلاحیتوں کو پالش کرتے تھے تاریک دلوں میں علم کا نور بھرتے تھے۔ زنگ آلود قلوب کو عشق رسالت پناہ ﷺ کے ذریعے سے جگمگا دیتے تھے۔ تقریر، تحریر، فتویٰ، مسئلہ، درس، تدریس، تصنیف، تالیف، یہ سب ان کے مشاغل تھے۔

کون ہے جو ان کو نہیں جانتا؟ ہاں وہی ان کو نہیں جانتا جو کچھ نہیں جانتا اور اہل علم تو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم سے خوب خوب واقف ہیں۔ انھیں جانتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں بلکہ انھی کے ذریعے سے وہ اپنی پہچان کراتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اپنے جیسے بڑے عالم ہیں اور لوگ بھی انھیں عالم ہی کہتے ہیں اور وہ شارح بلکہ شیخ الحدیث تک کہلاتے ہیں۔ پھر انھیں حضرت ملک المدرسین سے شرف تلمذ بھی حاصل رہا۔ اور سال ہا سال تک ان کے ہاں رہ کر ان کے ٹکڑوں پر پلتے رہے لیکن جونہی استاذی مکرم کے رحلت کی خبر عام ہوئی انھوں نے طوطا چشمی کا عملی مظاہرہ کر دکھایا اور کہنے لگے کہ ہم تو امام بندیالوی کے حوالے سے "بے علم" ہیں۔ ان کے متعلق کچھ نہیں جانتے، کچھ نہیں پہچانتے، کچھ نہیں مانتے، ان کی طرف سے "لا ادری" کا یہ اعلان اپنے اندر بہت گہرے اثرات رکھتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ ان کی بدنصیبی ہے۔ ورنہ اسلامی دنیا کے عظیم سکالر کے متعلق محبت وعقیدت کا اظہار کرنا تو سعادت ہے۔ اس میں سبکی نہیں بلکہ عزت وتکریم کا راز پنہاں ہے۔ اپنے آپ کو بڑے بڑے اور جلیل القدر عہدوں پر فائز اور متمکن سمجھنے والے "منصب داروں" کی زبانیں گنگ اور لکھنے والے ہاتھ شل ہو گئے۔ تو کہیں اس میں یہ راز پوشیدہ تو نہیں؟ کہ حضرت استاذ العلماء جیسے عظیم بزرگ نے ان کو ناپسندیدہ قرار دے دیا ہو۔ اور ناپسندیدہ افراد کی صلاحیتیں سلب ہو گئی ہوں۔ روحانی شخصیات کے تصرفات بھی بڑے بڑے "ان ہونے" کام کر دکھاتے ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت علامہ بندیالوی کی شخصیت سے ایک جہان متاثر ہے ان میں ایسے بھی ہیں جو کو ہمارے مکتبہ فکر سے تعلق نہیں رکھتے۔ مکتب تشیع سے علامہ سید ساجد علی نقوی سے لے کر علامہ ر غ کراروی تک، جماعت اسلامی کے جناب قاضی حسین احمد سے لیاقت بلوچ اور محمد اسلم سلیمی تک، سیاست دانوں میں نواب زادہ نصر اللہ خان اور ملک معراج خالد سے طاہر القادری تک، دینی سیاست میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی سے سردار محمد خان لغاری اور پیر سید محمد محفوظ مشہدی تک، جدت پسند صوفیوں میں مولانا ملک محمد اکرم اعوان تک، قومی صحافت کا جائزہ لیں تو مجید نظامی، سید ارشاد عارف اور صاحبزادہ خورشید گیلانی سے نعیم سدھو، الطاف آزاد اور الطاف چغتائی تک، مدرسین میں شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی اور محدث

لاہوری علامہ سید محمود احمد رضوی سے استاذ العلماء فقیہ العصر مولانا مفتی محمد عبدالحق بندیالوی اور مناظر اسلام مرشد کبیر السید محمد عرفان مشہدی الموسوی تک اور مشائخ میں گولڑہ شریف سے پیر السید شاہ نصیر اور وادی کشمیر میں روحانی حوالے سے عظیم بزرگ صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمان ڈھانگری شریف سے لے کر پیرار چی خراسانی مبارک میاں سیف الرحمٰن اخوندزادہ افغانی نقشبندی تک وہ کون سا ذی شعور ہے۔ جس کو ان کے جانے کا غم نہیں یہ سارے ایک ہی بات دہراتے ہیں کہ جانے والا علم اور تقویٰ کا پہاڑ تھا۔ وہ روشن خیال، روشن ضمیر، روشن دماغ تھا۔ اس کے ظاہر کی طرح اس کا باطن بھی بہت اجلا، روشن اور منور تھا۔ اس کی سادگی، متانت، اخلاص، ایثار، محنت، محبت، لیاقت، قابلیت، صلاحیت اور اعلیٰ حیثیت عہد حاضر میں سب سے یکسر منفرد اور مختلف تھی۔ وہ اللہ کا برگزیدہ اور چنیدہ انسان تھا۔ اور جس نے انھیں اپنے عہد کا "لاثانی انسان" کہا، بالکل سچ کہا۔ علامہ بندیالوی کا دل و دماغ نور مصطفیٰ ﷺ سے مستنیر تھا۔ اسی لیے تو اس نے ساری زندگی علم کا نور عام کیا۔ اس کی ایک ہی خواہش تھی کہ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں علم کے چراغ روشن ہو جائیں۔ عرفان کے قمقمے جگمگا اٹھیں۔ علامہ عطا محمد بندیالوی اپنے اس مقصد میں خوب کامیاب ہوئے۔ انھوں نے دو ہزار سے بھی کہیں زیادہ علم کے چراغ روشن کیے۔ وہ خود اس جہان سے انتقال فرما گئے۔ لیکن ان کے روشن کردہ چراغ ابھی بجھے نہیں بلکہ برابر روشن ہیں گویا ان کا مشن جاری ہے اور جاری رہے گا۔ انھی جیسی کسی عظیم ہستی کے دنیا سے اٹھ جانے پر کسی نے کہا ہوگا۔

؎ اک شمع بجھ گئی ہے اجالا نہیں گیا

ان کا کام، آنے والوں کے لیے، عظیم سبق، کی حیثیت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رکھے گا۔ جو ان کے مشن کو اپنائے گا وہی کامیاب ہوگا۔ اور اس مشن سے ہٹ جانے والے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔ اے اللہ! ہمیں حضرت علامہ بندیالوی کے مشن کو جاری رکھ کر دونوں جہانوں میں کامرانیوں سے سرفراز فرما۔ آمین

ترے مرقد پہ فروغ ظل رحمانی رہے
روح پر تیری ہمیشہ لطف ربانی رہے

امام بندیالوی رحمہ اللہ کی شخصیت پر ملک محبوب الرسول قادری کی پہلی کتاب

''استاذ العلماء'' اور صحافتی حلقے

تحریر: مظہر حیات قادری، ذاکر آبادی

حضرت علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وسوانح کے حوالے سے بزم انوار رضا کے بانی صدر اور نامور قلمکار ملک محبوب الرسول قادری کی پہلی کتاب ''استاذ العلماء'' کو ملک و بیرون ملک کے علمی و دینی حلقوں میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ علماء، مشائخ، دانشوروں اور زعماء کے علاوہ پریس نے بھی خراج تحسین پیش کیا۔ ہفت روزہ ''فیملی'' لاہور (25 اپریل تا یکم مئی 1999) نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ۔

''زیر تبصرہ کتاب علامہ حافظ عطا محمد بندیالوی کی زندگی، درس وتدریس کے شعبے میں ان کی خدمات عادات واطوار اور کردار کے علاوہ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں محمد محبوب الرسول قادری کے ذاتی تجربات وتاثرات پر مبنی ہے۔ انھوں نے حضرت عطا محمد بندیالوی کے بارے میں دیگر اصحاب کے تاثرات اور ان سے لیے ہوئے انٹرویوز کے رجحانات بھی اس کتاب میں یکجا کر دیئے ہیں۔ جو ان کی ذات گرامی اور نظریات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں کچھ نادر تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ علامہ عطا محمد بندیالوی کے مداحوں کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی یہ ایک معلوماتی تصنیف ہے۔

ماہنامہ ''السعید'' ملتان میں ممتاز عالم دین علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی نے اپنے تبصرہ کتب کے کالم میں لکھا کہ استاذ العلماء ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکار پر یہ پہلی کاوش ہے۔ بلاشبہ آپ مملکت تدریس کے بے تاج بادشاہ اور صحیح معنوں میں استاذ العلماء تھے۔ ان کا سلسلہ تلمذ صرف دو واسطوں سے (مولانا یار محمد بندیالوی اور مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری کے ذریعے) علامہ محمد فضل حق خیر آبادی تک پہنچتا ہے۔

علامہ عطا محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں ایسے ایسے باکمال افراد ہیں جن میں ہر ایک آسمان علم وحکمت کا نیر تاباں ہے۔ خواجہ حمید الدین سیالوی، پیر عبدالحق شاہ گولڑہ شریف، علامہ سید محمود احمد رضوی، شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ، شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری جیسی شخصیات نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کو امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ سے بے پناہ محبت تھی چنانچہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے لکھا ہے۔ ''آپ کو امام احمد رضا بریلوی سے گہری عقیدت ومحبت تھی ایک دفعہ فرمایا بظاہر مجھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے شرف تلمذ نہیں مل سکا تاہم میرے اکثر اساتذہ محدث بریلوی کا ذکر خیر، محبت کے طور پر کیا کرتے تھے اور خود مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا تو اعلیٰ حضرت کی کتابوں نے میرے مطالعے میں وسعت پیدا کی، کوئی عنوان ایسا نہیں جس پر امام اہلسنت کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو۔ اس لیے میں اپنے اساتذہ کی طرح اعلیٰ حضرت کو بطور حجت پیش کرتا ہوں۔

ملک المدرسین کے علم وفضل کے اپنے ہوں یا پرائے سب معترف تھے۔ مسند تدریس آپ پر ناز کرتی تھی۔ آپ خیر آبادی علماء کے وارث تھے۔ ملک محمد محبوب الرسول قادری نے استاذ العلماء کے تذکار پر یہ کتاب مرتب کر کے قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔

اس کے علاوہ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ اپریل 1999ء اپنے تنقیدی جائزہ میں یوں رقمطراز ہے۔ جس طرح استاذ العلماء حضرت علامہ عطا محمد صاحب علیہ الرحمتہ کا انتقال ایک بڑا سانحہ ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے عقیدتمندوں کی دوعملی ومتضاد عقیدت بھی بہت افسوسناک المیہ ہے۔ جیسا کہ کتاب ''استاذ العلماء'' کے مطالعہ سے ظاہر ہوا ہے۔ یہ کتاب باذوق جواں سال ملک محبوب الرسول صاحب نے مختلف بیانات وتاثرات پر مشتمل مرتب فرمائی ہے اور اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت علامہ بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ تصویر

سازی وفوٹو بازی کو سخت حرام و گناہ قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ اس سلسلہ میں ''رضائے مصطفی'' کے گذشتہ شمارے میں بھی آپ کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ملک صاحب نے کتاب ہذا میں فوٹو بازی کی بھر مار کر دی ہے۔ ایک طرف ایسی عقیدت ومحبت کہ اتنی محنت و مشقت کے ساتھ اتنی بڑی کتاب شائع فرما دی ہے اور دوسری طرف اتنی بھی مروت و وفاداری اور پاس خاطر نہیں کہ اولاً شریعت کی فرمانبرداری اور ثانیاً حضرت علامہ مرحوم کی شخصیت و فتویٰ کے احترام میں کم از کم ان کے حالات مبارکہ پر مشتمل کتاب کو تو فوٹو بازی کی قباحت ومعصیت سے پاک رکھنا چاہیے۔ (ماہنامہ ''رضائے مصطفی'' گوجرانوالہ اپریل 1999ء محرم الحرام ۱۴۲۰ھ)

ان کے علاوہ روز نامہ ''مشرق'' پشاور، روز نامہ ''خبریں'' لاہور، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور اور ہفت روزہ ''نوائے جوہر'' جوہر آباد سمیت متعدد معاصر رسائل و جرائد نے وقیع اور جامع تبصرے جاری کیے۔ اور ملک کے اطراف و اکناف سے داد تحسین کے بے شمار خطوط بزم انوار رضا جوہر آباد کے آفس میں موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی ملک محبوب الرسول قادری کو جزائے خیر دے ان کی صلاحیتوں میں مزید اضافہ فرمائے اور انکی تحریر کو تاثیر کی نعمت سے نوازے تاکہ وہ ملک وملت کی بہتر انداز میں خدمت جاری رکھ سکیں۔

اب کی بار حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے سالانہ عرس مبارک 21، جنوری 2002ء کی مناسبت سے قادری صاحب کی زیر ادارت دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کے محافظ ترجمان مجلّہ ''انوار رضا'' میں حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ''گوشۂ خاص'' کا اہتمام قابل ستائش اور لائق تقلید امر ہے رب کریم انھیں حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیض عطا فرمائے۔ آمین۔

خاموشی

خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں خاموشی، خود ایک راز ہے۔ اور ہر صاحب اسرار خاموش رہنا پسند کرتا ہے۔ خاموشی، دانا کا زیور ہے اور احمق کا بھرم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قاضی حسین احمد
امیر جماعت اسلامی پاکستان

حوالہ: 677
تاریخ: 18-1-2000

محترمی و مکرمی محمد محبوب الرسول قادری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

استاذ العلماء حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے علماء کبار اور مشائخ عظام میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ وہ اپنے علم و فضل اور زہد و ورع میں معتد علیہ شخصیت کے مالک' علوم و فنون میں اختصاص اور علوم عربیہ اسلامیہ کی تدریس میں فی الواقع عظیم مقام رکھتے تھے۔ وہ اپنے مسلک کی بنیاد پر نہیں بلکہ علمی کمال اور جلال کی وجہ سے مرجع تھے۔ انہوں نے تحصیل علم بھی اسی طرح کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت علماء سے کی۔ حضرت مولانا مہر محمد صاحب جو جامعہ فتحیہ اچھرہ کی عظیم علمی درسگاہ کی زینت تھے' ان کے اساتذہ میں سرفہرست ہیں' جن کی علمی شخصیت ایسی تھی کہ فقہی اور نظری مسلک ان سے فیض حاصل کرنے میں مانع نہ تھا چنانچہ ان کے تلامذہ میں جہاں علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب شامل ہیں جو فکری طور پر مسلک اہل السنت والجماعت بریلوی میں ممتاز مقام بلکہ سند کی حیثیت رکھتے تھے وہاں سینکڑوں کی تعداد میں مسلک اہل السنت والجماعت دیوبندی فکر کے علماء بھی ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ مسلکی اختلافات کو یکسر ختم نہیں کیا جا سکتا تاہم علمی میدان میں ترقی کے لیے علمی بحث و مباحثہ کے دروازہ کو کھلا رکھنا ناگزیر ہے۔ اپنی رائے اور مسلک میں تصلب بجا ہے لیکن تعصب نقصان دہ ہے۔ حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی اپنے مسلک میں متصلب ضرور تھے لیکن متعصب نہ تھے۔ انہوں نے مدارس کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلانے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ بھی ملک و ملت کی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان میں نفاذ شریعت' اتحاد امت اور شرعی حکومت کے قیام کے لیے انہوں نے اپنے شاگردوں اور حلقہ ارادت کو مجتمع کیا۔ آج حضرت علامہ استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی کی طرح کے راسخ العلم علماء ملک و ملت کی اصل ضرورت ہیں جو مسلک کی بالادستی کی بجائے اسلام کی بالادستی کے لیے اپنے علم اور اثر و رسوخ اور صلاحیتوں کو کام میں لائیں۔ میں آنجناب کو علامہ عطا محمد بندیالوی کے تذکار پر "استاذ العلماء" کے نام سے پہلی کتاب پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار کی یہ پہلی کتاب اس موضوع پر بہت سی کتابوں کی بنیاد ثابت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو منظور و مقبول فرمائے۔ حضرت استاذ العلماء کی مغفرت فرمائے اور ان کے تلامذہ کو اتحاد ملت اور شرعی حکومت کے قیام کے لیے برپا جدوجہد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں تعاون کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

(قاضی حسین احمد)

محبوب الرسول قادری کے نام ''استاذ العلماء'' کے حوالے سے قاضی حسین احمد کا تاثراتی

جامعہ ازہر (مصر) سے الحاق شدہ سندھ کی عظیم اور علوم قدیمہ وعصریہ کی جامع درسگاہ

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

میں ۱۵۔ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ سے داخلے شروع ہیں۔

☆ اس ادارہ کا جامعہ ازہر (قاہرہ مصر) سے الحاق ہو گیا ہے اس کی سند ''الشہادۃ الثانویہ'' کو جامعہ ازہر میں منظور کر لیا گیا ہے۔

☆ سندھ یونیورسٹی نے اس ادارہ کی ''الشہادۃ العالیہ'' کو بی اے اور ''الشہادۃ العالمیہ'' کو ایم اے کے مساوی تسلیم کیا ہوا ہے۔

☆ یہاں کی سند پاک آرمی میں بھی اعلیٰ ملازمتوں کے لیے منظور شدہ ہے۔

☆ ۔یورپ میں تیزی سے پھیلنے والے اسلام کی تبلیغ کے لیے انگریزی زبان پر عبور رکھنے والے مبلغین تیار کرنے کی غرض سے ایک نئے شعبہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس میں جدید آلات سے مرصع ایک لیب بھی تیار کی گئی ہے۔ اور اس کا مہران انجنیئرنگ یونیورسٹی سے الحاق بھی ہو گیا ہے۔

☆ یہاں علوم دینیہ حاصل کرنے والے طلباء کو دیگر علوم عصریہ کے علاوہ ایک جدید کمپیوٹر لیب میں کمپیوٹر کی جدید تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

☆ یہاں داخلہ کے لیے کم از کم اچھے گریڈ میں میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔

رابطہ: **صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر**

مہتمم: رکن الاسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان ہیر آباد، حیدر آباد

فون: 617086-612803

جامعہ اسلامیہ مہریہ جوہر آباد (ایک تعارف)

تحریر: قاری محمد اسلم گولڑوی

اس پرفتن دور میں طاغوتی طاقتیں ہمارے اور بالخصوص ہماری نسل نو کے ایمان کے درپے ہیں۔ صحیح عقائد و اعمال اور صراط مستقیم سے دور رکھنے کے لیے انھیں ایسی نئی نئی پرخطر راہیں دکھائی جا رہی ہیں جن پر چلتے ہوئے ہم ایمان و اسلام سے دور اور کفر و طاغوت کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

بے حیائی، اخلاق سوزی، عریانی و فحاشی، بے راہروی، مادر پدر آزاد معاشرت، حرص و ہوس اور مادہ پرستی کے جو مناظر ہمیں دیکھنے کو مل رہے ہیں وہ انھی طاغوتی یورشوں کا نتیجہ ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہم ان طاغوتی حملوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے من حیث المجموع خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہمیں کفر و طاغوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے جو ہتھیار عطا فرمایا وہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ کفار کی اطاعت نہ کرو اور قرآن کے ذریعے جہاد کبیر کرو۔ (الفرقان:۵۲)

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب زندہ کو خوبصورت غلافوں میں بند کر کے اپنے گھروں کی زینت بنا رکھا ہے۔ اس کا ترجمہ سیکھنا اور اس پر غور و فکر کرنا تو کجا اس کی تلاوت بھی رفتہ رفتہ مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری سہل پسندی کا تو یہ عالم ہے کہ اب ہم اپنے فوت شدگان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی بھی مساجد و مدارس کے طلباء سے کروانے لگے ہیں۔ خود نہیں کرتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔

اگر ہم نے اپنے رویوں پر نظر ثانی نہ کی اور طاغوت سے مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہتھیار کو میان ہی میں رکھا تو ہم عالم طاغوت کے لیے نوالہ تر، بن جائیں گے۔

اس مادی اور مشینی دور میں زر اور زمین کی کسے ضرورت نہیں؟ لیکن وہ لوگ بڑے خوش بخت

ہیں جو اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں اس عظیم مرکز علم جامعہ اسلامیہ مہریہ کے لیے قطعہ اراضی ہمارے محترم ساتھی شہزاد ملک اعوان صاحب نے مدرسہ کے لیے فی سبیل اللہ وقف کیا اور حاجی ملک محمد انور اعوان صاحب نے دل کھول کر پیسہ خرچ کیا۔ اور برادرم ملک محبوب الرسول قادری صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے ہر مرحلہ میں ہماری راہنمائی کی جامعہ اسلامیہ مہریہ جوہر آباد میں محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے علوم قرآنیہ کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے دوران تعلیم طلبہ کی تعمیر سیرت اور اصلاح عقائد پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مخلص اساتذہ جامعہ اسلامیہ میں موجود ہیں۔

۱۳ فراوری ۲۰۰۰ء کو اس مادر علمی (جامعہ اسلامیہ مہریہ شہزاد ٹاؤن جوہر آباد) کا سنگ بنیاد حضرت سیاح حرمین باباجی پیر سید طاہر حسین شاہ، ملک شہزاد اعوان، ملک محبوب الرسول قادری، پروفیسر قاری محمد مشتاق انور، برادر محترم مولانا قاری احمد خان چشتی اور راقم الحروف (قاری محمد اسلم گولڑوی) سمیت سینکڑوں افراد نے مل کر رکھا اور دعائے خیر فرمائی۔ جبکہ 26 ستمبر 2001ء بروز بدھ بعد از نماز ظہر افتتاحی تقریب منعقد ہوئی اور اس ادارہ کے افتتاح کے موقع پر برصغیر کے مرکز روحانیت آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام قطب الحق شاہ صاحب گیلانی نے کہا ہے کہ مدارس اسلامیہ اسلام کے مورچے اور مساجد خانہ کعبہ کی بیٹیاں ہیں مساجد اور مدارس میں اسلام اور مسلمین کی اشاعت و ترقی کے لیے فکری و عملی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جانا ضروری جبکہ افتتاحی جلسہ کی صدارت نامور ماہر تعلیم اور آستانہ عالیہ بیربل شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی صاحب نے کی نامور سکالر صاحبزادہ پیر عبد الرزاق شاہ نقشبندی (کوٹ گلہ شریف) نے کہا کہ صحابہ کرام کا حقیقی مشن فکر قرآن کو عام کرنا ہے انوار رضا اور سوئے حجاز کے ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی اور تدریس کے لیے کام کرنے والے خدا کے انعام یافتہ لوگوں میں سے ہیں اللہ کے دین کی خدمت کرنا مقبولان بارگاہ الٰہی کا وطیرہ ہے۔ قاری محمد اسلم گولڑوی نے کہا کہ جامعہ اسلامیہ مہریہ اور جامع مسجد غوثیہ مہریہ ہمیشہ مسلک اولیاء کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے مولانا محمد بشیر

گولڑوی نے کہا کہ تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے غلام، سیدنا غوث اعظم کا مشن جاری رکھیں گے۔ پروفیسر قاری محمد مشتاق انور نے تلاوت ونعت سے شرکائے پروگرام کے قلوب کو سرور فراہم کیا اس موقع پر اجتماع سے مقررین نے خطاب کیا علامہ مفتی محمد منور، استاد العلماء علامہ مفتی محمد رشید تونسوی، مولانا قاری محمد اشرف گولڑوی، مولانا دلدار حسین رضوی، چودھری حافظ حق نواز مسکین گولڑوی، ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف مولانا محمد حنیف، حاجی ملک محمد انور اعوان، ملک شہزاد اعوان، خان ریاض خان بلوچ، محمد خان بلوچ کونسلر، ملک صالح محمد کونسلر، حاجی ملک محمد اسلم اعوان نائب ناظم جوہر آباد، حضرت پیر صوفی محمد صدیق نقشبندی، ملک محمد رفیق ناظم کونسلر، مرزا عبد الرزاق طاہر صدر انجمن غلامان مصطفیٰ جوہر آباد، مرزا نیاز بیگ، مرزا اشفاق بیگ، الطاف چغتائی، سائیں محمد رفیق، حاجی محمد نذیر، غلام ربانی خان، ریاض احمد سلہری، مولانا پیر سید امتیاز علی شاہ گولڑوی، ملک الطاف عابد اعوان، ملک غلام محمد اعوان سابق کونسلر ٹلی شریف سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی پیر سید قطب الحق شاہ گولڑوی نے مدرسہ ومسجد کی تکمیل پر مسرت کا اظہار کیا اور افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی درود وسلام کے بعد ملک وقوم کی خوشحالی، امت مسلمہ کی کامیابی اور دارالعلوم کی ترقی کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں بعد ازاں لنگر عام تقسیم کیا گیا۔ اور الحمد للہ 16 نومبر 2001ء کو باقاعدہ طور پر جامع مسجد غوثیہ مہریہ شہزاد ٹاؤن میں جمعتہ المبارک کا افتتاح نامور عالم دین اور محقق حضرت پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق صاحب بندیالوی نے رمضان المبارک کے حوالے سے اپنے مفصل خطاب کے ذریعے کیا جو جامعہ اسلامیہ مہریہ نے کتابی شکل میں الگ سے شائع بھی کر دیا ہے اور اس کے بعد برادر محترم حضرت مولانا قاری احمد خان چشتی صاحب باقاعدگی سے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس ادارے اور مسجد کے جملہ معاونین کو ان کے تعاون کی بہتر جزا عطا کرے اس کے طلبہ اور اساتذہ کو برکتوں سے نوازے۔ ہماری مشکلات کو دور کرے، غلام قرآنی کے فروغ کی توفیق میں مزید برکات عطا فرمائے اور اس اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو صحیح معنوں میں قرآنی علوم کے فروغ کے لیے پسند فرمالے۔ آمین

نقطہ نظر

علماء اسلام کے خلاف مغرب زدہ زہریلے پروپیگنڈے کا جائزہ

کچھ تو زمانے میں پہچان پیدا کر

تحریر: محمد جاوید اقبال کھارا، نواب اللہ بخش اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہ حسین تھل

وطن عزیز اور عالم اسلام کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر مختلف الخیال دانشور اپنی فکر کو عوام الناس تک پہنچا رہے ہیں۔ ان میں ایک طبقہ ہے جو مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کلمہ حق اور صائب فکر کو صفحہ قرطاس پر لا رہا ہے۔ دوسرا طبقہ ان روشن خیال دانشوروں کا ہے جو اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کی خاطر قلم کے تقدس کو پامال کر رہا ہے یہی وہ طبقہ ہے جس کی کج فکری کا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔

کوئی ڈھکے چھپے لوگ نہیں بلکہ اخبار کا عام قاری بھی ان سے واقف ہے۔ ماضی میں لفافہ جرنلزم کی اصطلاح انہیں حضرات کے ضمیر کا نقشہ کھینچنے کے لیے عمل میں لائی گی یہ لوگ اس وقت قومی اخبارات میں چھائے ہوئے ہیں۔ کہاوت ہے کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے'' زرد لفافوں کے لون زرد کی وجہ سے ان کے قلم بھی زرد تحریریں لکھتے ہیں۔ اور ان کی فکر بھی زرد ہی ہوتی ہے۔ اگر آپ کو یرقان (ہیپاٹائٹس) کے مریض کو دیکھنے کا اتفاق ہو تو آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ متاثرہ مریض کا رنگ زردی مائل ہو جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح ان آزاد خیال صاحبان فہم وفراست کے متاثرہ قاری کی فکر بھی زرد ہو گئی ہے۔ آج کل جرائد ورسائل میں بڑی شدومد سے تحریر کیا جاتا ہے کہ ایسی مٹھائی یا کھانے کی دیگر اشیاء جن میں رنگ ملا ہو کھانے سے پرہیز کریں کیونکہ یہ رنگ زہر ہے جو عوام کو کھلایا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے میرا اشارہ بھی ان صاحبان عقل وبصیرت کے متعلق ہی ہے کہ یہ روشن خیالی اور اپنے مخصوص رنگ تحریر میں عوام کے اندر غیر محسوس لیکن منظم سازش کے تحت زہر بھر رہے ہیں۔

آمدم برسر مطلب! ہمارے ان نام نہاد بہی خواہوں کا نہایت ہی قابل احترام علماء کرام پر کیچڑ اچھالنا وطیرہ بن گیا ہے۔ صفحات کے میدان جنگ میں علماء کرام پر یوں برس رہے ہیں جیسے امریکہ

کے کلسٹر بم افغانستان کی مظلوم عوام پر، اصل میں اس صنف کے دانشوروں کو ملک کے اندر کوئی اور مسئلہ نظر ہی نہیں آتا انھیں تو محسوس ہوتا ہے جیسے ملک کرپشن سے پاک ہو گیا ہے جمہوری اقدار فروغ پا رہی ہیں اقتصادی و معاشی مسائل حل ہو گئے ہیں ملکی سرحدوں کو کوئی خطرہ درپیش نہیں۔ ایٹمی تنصیبات محفوظ ہو گئیں ہیں عوام کے اندر فکر و عمل کی پختگی آ گئی ہے۔ کوئی اداس اور پریشان نہیں۔ بلکہ عوام شاداں و فرحاں ہیں۔

اگر کوئی مسئلہ نظر آتا ہے تو علماء کرام کا، ملکی سرحدوں کو خطرہ ہے تو علماء سے، اقتصادی حالت دگرگوں ہے تو علماء سے، آج اگر ایٹمی تنصیبات کو خطرہ درپیش ہے تو سب علماء ہیں۔ بس اور کوئی فکر نہیں سوجھتی ایک عرصے سے علماء کرام کے خلاف لکھا جا رہا ہے۔ کاش ہمارے یہ مہربان یہی وقت ملک کے استحکام کی فکر میں خرچ کر کے مفید بناتے۔ میں یہاں ان دانشوران کے الفاظ کو دہرا کو کروڑوں مسلمانوں کے ذوق لطیف کو نمکین نہیں بنانا چاہتا ورنہ ان مہربانوں نے تو کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

کون علماء کرام؟ جو "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" کے مصداق ہیں۔ جن کے سینے عشق مصطفیٰ ﷺ کے دفینے ہوتے ہیں جن کے قدموں کے نیچے فرشتوں کے مقدس پر ہوتے ہیں۔ جن کے دل قرآن و حدیث کے نور سے معمور ہیں جن کا کردار مانند شبنم پاکیزہ، مانند آفتاب روشن، مانند ماہتاب اجلا ہے جو فقر غیور اور عشق خود آگاہ کے نقیب ہیں جن کی زبانیں ہمہ وقت قال اللہ جل شانہ و قال الرسول ﷺ سے تر رہتی ہیں۔ اگرچہ اس عظیم قافلہ عشاق کے اندر کالی بھیڑوں کے ریوڑ کے گھس آنے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ علماء سو کا ذکر کرتے وقت علماء ربانیین کا ادب ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے یہ تیرہ بختی ہے اگر تاریخ انسانیت میں فرعون آیا ہے تو جناب موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہیں۔ اگر یزید بدبخت ہے تو زندہ تابندہ نام جناب حسین علیہ السلام کا بھی موجود ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ، حضور غوث پاک، غزالی و رازی، رومی و جامی، سعدی و اقبال، امام احمد رضا اور ضیاء الامت محمد کرم شاہ الازہری کا شمار بھی تو اسی قبیلہ میں ہوتا ہے یہ وہ تقدس مآب شخصیات ہیں جن پر چرخ نازاں ہے جن پر ملائکہ کو رشک آتا ہے۔ ملت اسلامیہ جن کو ہدیہ سپاس پیش کرتے نہیں تھکتی۔

اس لیے ارباب قلم و قرطاس کی خدمت میں نہایت معذرت کے ساتھ کہ آپ اس علماء کرام کی

اصطلاح کو تبدیل کریں اور علماء حق اور علماء سوء کی اصطلاح کو اپنائیں۔

نام نہاد دانشوران یاد رکھیں! دارالقرآن والحدیث کے اندر بیٹھ کر دنیا و مافیھا سے بے نیاز یہ مسند نشیں نہ تو دہشت گرد ہیں۔ نہ ایجی ٹیٹر، ملک کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ یہ لوگ اتحاد و محبت کی فضا کو مکدر کرنے والے ہرگز نہیں ہیں۔ اور وطن مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہوں وہ علماء ہی نہیں بلکہ انھیں خود ساختہ علماء کہہ لیں تو بہتر ہوگا۔

حق تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی رضا کی خاطر ان کام کرنے والی ہستیوں پر کیچڑ اچھالنا اگر شقاوت قلبی نہیں تو سعادت بھی ہرگز نہیں۔ اس مخصوص طبقہ نے علماء کرام کو اس درجہ پراسرار بنا کر پیش کیا ہے کہ آج بے چارہ عام شریف شہری چہرے پر سنت مدنی تاجدار ﷺ سے ہچکچاتا ہے۔ اور عوام داڑھی مبارک والے چہرے کو تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں لیکن محبان دین و ملت یاد رکھیں! کہ آج ہماری پستی کا سبب علماء کرام نہیں بلکہ وہ آزاد اور ماڈرن کلچر ہے جو سانپ کی طرح معاشرے کو ڈس رہا ہے۔ یہ سینما گھر، یہ کیبل نیٹ ورک، یہ ڈش یہ کیا ہے۔ یہ ہماری نوجوان نسل کی تباہی کا سامان ہے۔ تفریح کے نام پر تخریب کا عمل جاری ہے۔

آج پوری مسلم امہ کسی طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، اور محمد بن قاسم کا راہ تک رہی ہے۔ نگاہیں سراپا انتظار ہیں۔ مگر آج وہ گود نہیں جس میں ایسے نامور سپوت تربیت حاصل کرتے تھے پہلے مائیں کلام الٰہی کی لوریاں دیا کرتی تھیں اب جھولوں میں ٹیپ ریکارڈ ہوتے ہیں گنبد خضریٰ کے تصور میں مچلنے والی نگاہوں کو ایمان سوز رقص دکھائے جاتے ہیں مئے توحید میں غرق قوم کو شراب و کباب کے نظاروں میں مست کیا جا رہا ہے۔ کیا بربادی کی یہ تحریک بھی علماء نے چلائی ہے؟ کالجوں کی فضا میں دہشت گردی و غنڈہ گردی کی وارداتیں کسی مذہبی مدرسہ میں دیکھنے کو ملی ہیں۔ سر راہ چلتی عصمت مآب دوشیزاؤں کے پیچھے گاڑی دوڑاتے کسی عالم کو دیکھا گیا ہے۔ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

تو پھر یہ حقیقت ہے کہ معاشرے کے اندر یہ تمام تر خرابیاں اسی آزاد، روشن خیالی کی فکر کا شاخسانہ ہیں یہ لوگ نظام مصطفیٰ ﷺ کے راہ میں روڑے بھی اسی وجہ سے اٹکا رہے ہیں پھر فحاشی و بے حیائی کے اڈے تباہ ہو جائیں گے پھر مقابلہ حسن کی تصاویر اخبارات کی زینت کیسے بن سکیں گی۔ پھر جرائد و رسائل کے سرورق پر نیم عریاں تصاویر کی بجائے گنبد خضریٰ کا روح پرور منظر آنے لگے گا۔

اخبارات میں گندی اور غلیظ فلموں کے اشتہار آنا بھی بند ہو جائیں گے بس یہی وہ عوامل ہیں جن کی وجہ سے یہ آزاد خیال دانشور خوفزدہ ہیں۔ اور عوام الناس کو اس عظیم اور مبارک دولت سے دور کر رہے ہیں شاید کوئی اتفاق کرے یا نہ کرے میرا ایمان وایقان ہے کہ قرآن وحدیث کے علوم کے خادم، علماء کرام جن کی فکر میں روح قرآن اور حدیث ہے۔ ان کی فکر ان لوگوں سے کہیں اعلیٰ وبالا ہے اور علماء کرام کی صف میں ایسے کثیر لوگ آج بھی موجود ہیں جو نہ سیم وزر کی ہوس رکھتے ہیں نہ شہرت وناموری کی جنھیں نہ تو لیڈر بننے کا شوق ہے نہ جاہ واقتدار کا لالچ، نہ بیرون ملک اثاثے ہیں نہ پلازے، نہ وہ دہشت گرد ہیں۔ نہ دہشت گردی میں ملوث اور نہ ہی فرقہ واریت کی لعنت میں گرفتار ہیں صرف اس لیے کہ ان کے پیش نظر یہ فرمان خداوندی ہے۔ "جس نے ایک جان کو قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا" اور یہ فرمان نبوی بھی ان کے ورد زبان اور حرز جاں رہتا ہے "ید اللہ علی الجماعۃ"

یہ علماء حق کے جانشین اور معنوی اولاد ہیں۔ اگر آنکھوں پر زردی نہ ہو تو ڈھونڈنے سے ضرور مل جاتے ہیں۔ بقول اقبال

مت پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

برصغیر کے عظیم علمی وروحانی بزرگ فاتح قادیانیت حضرت علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی تحقیقی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ خصوصاً انھوں نے جس انداز میں فتنہ قادیانیت کا تعاقب فرمایا وہ انھی کا حصہ ہے۔ ان کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف "فتنہ قادیانیت کا علمی محاسبہ" اپنے موضوع پر سند کا درجہ رکھتی ہے۔ جبکہ درجنوں کتب قوم کی رہنمائی کے لیے موجود ہیں بدقسمتی سے آج تک ان کی شخصیت، سوانح، خدمات، تعلیمات، نظریات اور کارناموں کے حوالے سے کوئی کام نہیں ہو سکا۔ حالانکہ وہ صاحب سلسلہ روحانی پیشوا تھے۔ انھیں بارگاہ رسالت ﷺ میں حضوری کی نعمت عظمیٰ نصیب تھی وہ بارگاہ غوثیت مآب کے مقبول ومحبوب فرزند تھے اور مدت مدید تک عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن میں شعبہ معاشیات کے استاد رہے۔

الحمد للہ! اس موضوع پر کام کا آغاز کر دیا گیا ہے اہل علم سے التماس ہے کہ اس حوالے سے کوئی بھی "حوالہ" عنایت فرما سکیں تو اس کار خیر میں ضرور اعانت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

رابطہ کے لیے **ملک محبوب الرسول قادری** 198/4 جوہرآباد (41200) ضلع خوشاب پنجاب

نقطۂ نظر

لمحہ فکریہ

تحریر: ملک الطاف عابد اعوان

الحمد للہ! کہ ہم اللہ کریم کی ذات عظیم کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور اس کی ربوبیت پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔ اس کی طرف سے بھیجے گئے آخری رسول ﷺ کو اپنا آقا ومحبوب یقین کرتے ہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں میں نام نہاد شخصیت پرستی اس قدر بڑھتی جارہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے اپنا الگ رہنما چن لیا ہے۔ اس تقسیم کی بدولت ایک طرف ہماری صفوں میں اتحاد باقی نہیں رہا تو دوسری طرف بعض لوگ آقائے دوجہاں ﷺ کی بے ادبی کے مرتکب ہو کر بے ایمان ہوتے جارہے ہیں۔ ہمارے نبی محترم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے (محمد ﷺ کو) اپنی جان، مال، والدین، اولاد حتیٰ کہ دنیا کی تمام چیزوں اور تمام رشتوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے"

مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ آج ہم انجانے میں بعض نام نہاد جاہل اور بد عمل وبے عمل پیروں کے ساتھ اس قدر والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کو بھلا بیٹھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ حقیقی پیر تو فقط وہ شخص ہو سکتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا ادنیٰ خادم اور غلام ہو۔ راڈو گھڑی باندھ کر، پجارو پر دو چار کلاشنکوف بردار محافظ لے کر غریب مریدوں کی مہینہ بھر کی روزی ایک پل میں ہڑپ کر جانے والا ہمارا پیر نہیں بلکہ شریفانہ حلیے میں بہت بڑا "ڈکیت" ہے۔ جو نہ صرف ہماری روزی پر ڈاکہ مارتا ہے بلکہ ہمارے ایمان پر بھی ڈاکہ مارتا ہے۔ وہ ہمیں ظاہر سے بھی لوٹتا ہے اور باطن سے بھی، وہ ہمارا اس جہاں میں بھی دشمن ہے اور روز محشر بھی۔

ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم اسلام کے ان جھوٹے ٹھیکیداروں سے لٹتے جا رہے ہیں اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارنے کی بجائے بگاڑ رہے ہیں۔ یہ مکار اور عیار رہنما فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے اٹھتے ہیں اور خود ایک نیا فرقہ دے دیتے ہیں۔ یہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی [illegible]ت کو

دل کی پاکیزگی کے لیے ضروری خیال ہی نہیں کرتے اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم "محبت رسول ﷺ" میں کوئی لچک پیدا نہ ہونے دیں اور حقیقی اولیائے کرامؒ کے قدموں کی خاک بنے رہیں کہ ان کی تعلیمات سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کو اپنی نس نس میں اجاگر رکھنے کا درس ملتا ہے۔ ورنہ ہم تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گے اور یہودیوں اور نصرانیوں کی مدد سے ابھرنے والے رہنما اپنے مشن بقول اقبالؒ۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کی کامیابی ہماری بدبختی اور رسوائی کا سبب ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے چند خوش الحان نعت خوان حضرات نبی کریم ﷺ کی نعت پاک کے نغمے لبوں پر سجا کر آنکھ میں اشکوں کو جگہ دینے کی بجائے سٹیج پر اکٹھے ہونے والے نوٹوں سے توجہ ہٹا لیں تو کیا وہ کم ہو جائیں گے۔ قطعاً نہیں میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر بھروسہ رکھیں اور نوٹوں کا لالچ دل سے نکال دیں تو دین و دنیا ان کے پیچھے پیچھے بھاگے اور یہ پہلے سے کہیں زیادہ خوشحال ہو جائیں اور رزق ان سے سنبھالا نہ جائے۔ صرف سوچ بدلنے کی دیر ہے کیونکہ۔

میں جو رب کی عبادت کرتا رہوں اور عشق نبی میں بھی مرتا رہوں
پھر کوئی ایسا لمحہ بھی آتا نہیں کہ میں نے مانگا ادھر اور ادھر نہ ملا

اللہ کریم جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور ﷺ کی پکی اور سچی محبت و غلامی عطا فرمائے خود اپنی نظر کریمانہ سے ہماری نگرانی فرمائے ہمیں دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا نہ کرے اور ہمیں اس دن لاوارث کر کے نہ اٹھائے جس روز ہر ایک کو شفاعت محمدی ﷺ کی ضرورت ہو گی۔

> جو شے چلنے سے حاصل نہیں ہوتی وہ ٹھہرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جو راز پیسے جمع کرنے میں نہ پایا جائے، وہ خرچ کرنے میں ضرور پایا جائے گا۔ جسے سونے والا دریافت نہ کر سکے اسے جاگنے والا ضرور دریافت کرے گا............(واصف علی واصف)

اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ وسلام

کے متعلق

خطیب جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ

جناب خالد احمد کوٹ سے پوچھتے ہیں

[illegible]

انصاف کی بات یہ ہے کہ اذان سے پہلے پڑھنے والے اذان ﷺ پڑھیں اور اذان کی طرح اونچی آواز سے نہ پڑھیں بلکہ آواز قدرے [illegible]

[illegible] (۱۶ جنوری ۱۹۸۳ء)

اذان دینے والا اذان کے بعد درود شریف پڑھے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے

[illegible]

(روزنامہ جنگ لاہور جمعہ ۱۹ جولائی ۱۹۸۴ء)

اذان کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے

درود شریف کے متعلق لاہور کے جناب ندیم مراد کے سوال کے جواب میں خطیب جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں

جواب: حدیث میں آتا ہے کہ خطبہ کے وقت [illegible] اذان کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔ اس لیے اسی وقت پڑھا جاتا ہے۔ [illegible] روزنامہ جنگ لاہور [illegible] اگست ۱۹۸۴ء

اے اللہ! اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام کے اس اختلاف کی طرح دیگر اختلافات کو دور کرنے [illegible] آمین

[illegible]

امیر کاروان اسلام، محقق العصر حضرت علامہ

مفتی محمد خان قادری کی تصانیف

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور

آل پاکستان متاثرین منگلا ڈیم کے مرکزی صدر اور پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی رکن

صوفی محمد اعظم کشمیری کی یاد میں

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

صالح، دردمند، ذہین اور ذی علم افراد کسی بھی معاشرے کا حقیقی اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود پوری معاشرتی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص انعام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دنیا سے اٹھ جانے کا صدمہ معاشرے کا ہر فرد محسوس کرتا ہے۔ صوفی محمد اعظم کشمیری ایک درد دل رکھنے والے صاحب علم، ذہین، فطین اور صالح شخصیت تھے جن کی خدمات صرف اپنے گرد و پیش میں رہنے والوں ہی تک محدود نہ تھیں بلکہ پنجاب سے آزاد کشمیر تک اور وہاں سے مقبوضہ خطہ کی خونی لکیر تک خدمت خلق کے حوالے سے ان کی جدوجہد جاری تھی۔ یورپ کی فضاؤں میں اس کا اعتراف کیا گیا۔ وہ ایک بزرگ سیاست دان اور سماجی شخصیت تھے سادگی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ خلوص و محبت ان کے معمولات سے ظاہر تھی۔

صوفی محمد اعظم کشمیری کا آبائی وطن آزاد کشمیر میں ضلع میرپور کے علاقہ بینسی سے موضع رٹھوعہ کے ساتھ تھا۔ ان کے والد گرامی چوہدری محمد عبداللہ مرحوم ایک دینی ذوق کے حامل صاحب ثروت زمیندار تھے ۱۹۲۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۷۹ برس کی عمر پا کر صوفی محمد اعظم کشمیری ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء کو صبح چھ بجے نماز فجر کی تیاری کرتے ہوئے اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ صوفی صاحب کا شمار پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ارکان میں ہوتا تھا۔ ۲۰ سال کی عمر میں مرحوم نے شادی کی۔ اور میرپور آزاد کشمیر میں معمول کی زندگی گزار رہے تھے۔ سماجی خدمت کا شوق ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ ایسے میں میرپور کے قریب ہی منگلا ڈیم کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ۱۹۶۳ء سے آپ کو اپنی آبائی زمینیں اور وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے متاثر ہونے والے لوگوں کو مختلف علاقوں میں زمینیں آلاٹ کی جا رہی تھیں۔ اور ان کو نقد پیسے دیئے

جارہے تھے لیکن صوفی محمد اعظم کشمیری نے ان تھک محنت اور خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے اپنے علاقہ کے تقریباً تین سو خاندانوں کو جوہر آباد کے ملحق اکٹھی زمینیں آلاٹ کروائیں۔اور یوں ایک ہی جگہ بسنے والے متاثرین منگلا ڈیم کو ملک کے مختلف اطراف واکناف میں منتشر ہونے سے بچالیا۔

اس بڑے مقصد کے لیے صوفی محمد اعظم کشمیری نے ''تنظیم آل پاکستان متاثرین منگلا ڈیم'' قائم کی اور آخر وقت تک اس کے مرکزی صدر کی ذمہ داریاں بے لوث طریقے سے سرانجام دیں۔ اور اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے متاثرین منگلا ڈیم کے ہر طرح کے مسائل حل کرانے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتے اور لوگوں کے کام ذاتی دلچسپی سے کرواتے تھے۔مرحوم، آزاد کشمیر مسلم کانفرنس کے بنیادی رکن بھی تھے اور اس کی مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر بھی تھے۔انھوں نے جب جوہر آباد میں تین سو گھرانوں کے ساتھ ڈیرے جمائے تو آپ کی خدمات کے اعتراف میں تمام متاثرین منگلا ڈیم نے اپنی اس آبادی کا نام انھی کے نام سے موسوم کرتے ہوئے ''اعظم کالونی'' رکھا۔صوفی محمد اعظم مرحوم پیپلز پارٹی کے بانی رکن ہونے کے باوجود اپنے سیاسی حریفوں سے نہایت محبت اور پیار کا سلوک رکھتے تھے مرحوم کو منگلا ڈیم کی زمینوں کے کلیم کے طور پر اعظم کالونی کے ساتھ چار مربعہ زمین آلاٹ ہوئی۔انھوں نے یہاں بھی ایک مناسب زمیندار ہونے کے ناطے علاقہ بھر میں اپنا بہت اچھا اثر ورسوخ قائم کرلیا۔وہ صحیح العقیدہ اور پابند صوم وصلوٰۃ ایک نیک انسان تھے۔ہر سال اپنے گھر میں محفل میلاد منعقد کرنا ان کا معمول تھا۔غالباً ۱۹۹۲ء میں ماہ ربیع الاول شریف کے موقع پر مرحوم نے ملک کے نامور عالم دین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی اور راقم الحروف (ملک محبوب الرسول قادری) کو خطاب کی دعوت دی اور بہت بڑے دینی اجتماع کا اہتمام کیا۔محفل میلاد کے دوران حضور سید عالم ﷺ کے ذکر خیر اور عظمت ورفعت اور سیرت و تعلیمات کو سماعت کر کے مرحوم کی آنکھوں سے عقیدت کے موتی چھلکتے رہے۔مرحوم جوہر آباد شہر میں انجمن غلامان مصطفیٰ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی محافل نعت میں پورے اہتمام کے ساتھ

شرکت کیا کرتے تھے۔وہ صدر آزاد کشمیر محمد ابراہیم خان، وزیر اعظم آزاد کشمیر بیرسٹر سلطان محمود، لبریشن لیگ کے سربراہ کے ایچ خورشید، کشمیری لیڈر چوہدری غلام عباس، چوہدری اللہ رکھا ساغر، ہندو لیڈر کرشن دیو سیٹھی اور سیاسی حریف ہونے کے باوجود سابق صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان ان کے خاص حلقہ احباب میں شامل تھے۔

مرحوم نے کئی مرتبہ برطانیہ اور امارات کا دورہ کیا۔وہ ایک بہادر اور جری انسان تھے۔حق کے لیے باطل کے خلاف ڈٹ جانا ان کی فطرت میں شامل تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب آزاد کشمیر میں دربار پیر نابین پر ڈوگرا راج کے دوران ایک ہندو تحصیل دار نے جھٹکا کر کے ایک مرغ کی گردن اڑا دی تو صوفی اعظم اس وقت نوجوان تھے انھوں نے اس کے خلاف آواز حق بلند کی۔حتیٰ کہ تحریک چلی، مظاہرے ہوئے، ہڑتالیں ہوئیں، جلوس نکالے گئے اور یہ تحریک جموں اور سری نگر تک پھیل گئی اور اس مجسٹریٹ کو معطل کر دیا گیا۔وہ بے لوث شخصیت تھے۔دوسروں کے کام کر کے انھیں خوشی اور طمانیت محسوس ہوتی تھی۔آزاد کشمیر اسمبلی کے سپیکر چوہدری عبدالمجید ان کے بے حد مداح تھے اور مرحوم کی اصول پسندی کے معترف تھے صوفی محمد اعظم مرحوم کے دو فرزند ہیں بڑے بیٹے کا نام چوہدری نثار احمد ہے اور وہ اعظم کالونی ہی میں مقیم ہیں جبکہ چھوٹے صاحبزادے کا نام اشفاق احمد ہے اور وہ لندن میں قیام پذیر ہیں۔مرحوم صوفی محمد اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی محفل قل خوانی کے بعد دونوں سوگوار بھائیوں سے مفصل ملاقات میں ان کی اپنے عظیم والد کے حوالے سے یادیں سماعت کرنے کا موقع ملا۔اس موقع پر مرحوم کے بھانجے چوہدری محمد افسر، کزن چوہدری فرزند علی، بھتیجے محمد شمعون، علی اختر، محمد سرور خان اور پوتے چوہدری ہارون اعظم اپنے جذبات غم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے عظیم اور بزرگ محسن کو خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔مرحوم صوفی محمد اعظم کی نماز جنازہ میں ضلع بھر کی مقتدر اور نامور شخصیات اور راہنماؤں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور انھیں اعظم کالونی جوہر آباد کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔فاتحہ خوانی کے بعد میں گہری سوچ میں گم تھا کہ اچانک ذہن کی سکرین پر یہ شعر آیا کہ

جس کے رکھتے تھے محبت کے ترانے بیدار
سو گیا ہے وہ چمن، چادر صحرا لے کر

حافظ

گوشہءخاص

جامعہ اسلامیہ مہریہ
ایک تعارف

قادریہ ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام علم و عرفان، دین و دانش اور تعلیم و تربیت کے عظیم مرکز

دارالعلوم سراج منیر قادریہ قطبیہ غفوریہ (رجسٹرڈ)

چک نمبر ۹۴ شمالی سرگودھا میں (خونن شریف)

داخلہ جاری ہے

شعبہ جات

حفظ
ناظرہ
تجوید
قرأت
مڈل

اداره کی خصوصیات

- پاکیزہ ماحول
- قابل اور محنتی اساتذہ
- رہائش، قیام، طعام
- علاج معالجہ کی سہولت
- تعلیم کے ساتھ تربیت کا اہتمام

اپنی دلچسپی اور استعداد کے مطابق داخلہ کے لئے رابطہ کیجئے

الداعی الی الخیر

صاحبزادہ پیر محمد شمس الضحیٰ قادری (ناظم اعلیٰ)

دارالعلوم سراج منیر قادریہ قطبیہ غفوریہ (رجسٹرڈ) چک نمبر ۹۴ شمالی سرگودھا

گورنمنٹ کالج جوہر آباد میں
ملک محبوب الرسول قادری
اپنا نعتیہ کلام پیش کرر ہے ہیں

یکجہتی کشمیر کانفرنس ۵ جولائی ۹۸ سرور شہید پارک جوہر آباد

ملک محبوب الرسول قادری خطاب کرر ہے ہیں جبکہ سٹیج پر سردار شجاع محمد بلوچ (MNA) کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق (MPA)
صوفی محمد اعظم کشمیری مرحوم، حاجی محمد سرفراز خان جوئیہ مرحوم چوہدری محمد عارف کشمیری، امتیاز بھٹی، چوہدری شمعون اور حافظ جان محمد وغیرہ سٹیج پر بیٹھے ہیں۔

جامعہ نعیمیہ لاہور میں آمد کے موقع پر
محبوب قادری، جنرل (ر) حمید گل
کا استقبال کرر ہے ہیں

10 مئی 2000ء

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی
محبوب الرسول قادری، مفتی حفیظ اللہ گولڑوی

7 دسمبر 2001ء